قرآن و احادیث کی روشنی میں تعویذ اور دم کے جواز پر ایک علمی و تحقیقی دستاویز

تعویذ! جائز یا ناجائز؟



مصنف:

انجینئر سید محمد فضل اللہ صابری

الحقائق فاؤنڈیشن

اعزازی

قرآن و احادیث کی روشنی میں تعویذ اور دم کے جواز پر ایک علمی و تحقیقی دستاویز

تعویذ! جائز یا ناجائز؟

مصنف:
انجینئر سید محمد فضل اللہ صابری

الحقائق فاؤنڈیشن

زیرِ نگرانی: محمد کاشف رضا

مشیرانِ قانونی

جسٹس (ر) امیر عالم خان

(ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

عاطف عقیل خان

(ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ)

نام کتاب:	تعویذ: جائز یا ناجائز؟
مصنف:	انجینئر سید محمد فضل اللہ صابری
صفحات:	88
سن اشاعت:	2013ء
تعداد:	ہزار
قیمت:	140/-

الحقائق فاؤنڈیشن

رضا پلازہ بالمقابل علم دین سنٹر ماتھر سٹریٹ اردو بازار لاہور

0333-7861895 -- 0321-4088628

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے استاذ
شیخ منور بن محبوب نقشبندی، جون پوری
کے نام منسوب کرتا ہوں
متع اللہ المسلمین ببقائہ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارشات

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جو مہربان اور رحیم ہے۔ اور درود و سلام اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ کا بے شمار فضل و رحمت تمام صحابۂ کرام اور جملہ اہلِ بیت عظام پر۔

موجودہ دور میں بعض حضرات شریعت میں حلال کردہ چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور شریعت میں من مانی تبدیلیاں کرنے پر مُصر ہیں۔ کچھ ماہ قبل میرے عزیز جناب سراج سیٹھ نے دورانِ گفتگو یہ بتایا کہ آج کل کچھ لوگ تعویذ کو حرام اور شرک قرار دے کر اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ یہ سُن کر میں حیرت میں پڑ گیا کیوں کہ فقہ کی کتابوں میں اور علمائے اہلِ سنّت سے تعویذ کے جواز کے متعلق بہت سی تحریریں پڑھیں اور سنی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ۔ (سورۃ النحل، آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کرلیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردیا کرتے تھے۔ اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ پر افترا فرمایا گیا۔ آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں مثلاً شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس اور دیگر ایصالِ ثواب کی چیزوں کے متعلق یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ سب حرام ہیں حالانکہ شریعت میں ان کی حرمت

وارد نہیں ہے۔ انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے۔

تعویذ کو حرام قرار دینے والے کچھ لوگ ایسے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جو سیدھے سادے مسلمانوں کو مشرک اور جاہل کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ کتاب تعویذ کے جواز کے متعلق دلائل پیش کرنے کی ایک کوشش ہے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تمام حوالہ جات کے ساتھ علما کے انتقال کی تاریخ بھی درج کی جائے تاکہ قارئین کو اس کا اندازہ ہو جائے کہ تعویذ جائز قرار دینے والے علما موجودہ دور کے نہیں، سلف صالحین میں سے ہیں۔

مَیں مشکور ہوں اپنے والدین کا جن کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا ثمرہ ہے کہ آج اللہ رب العزت مجھ حقیر سے دین کی خدمت کا کام لے رہا ہے۔ والد گرامی کا خاص طور پر مشکور ہوں کہ انہوں نے پیچیدہ مسائل کو سمجھنے میں میری رہنمائی فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی شیخ محمد خلیل رانا سعیدی کا بھی مشکور ہوں جو ہمیشہ میری تحقیق میں مدد فرماتے ہیں۔ جناب زبیر قادری کا بھی مشکور ہوں جو کہ دینی کاموں میں میرے دست و بازو ہیں۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی اور مفتی اشرف رضا قادری کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ ہمیشہ اپنی دعاؤں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب سے امت مسلمہ کو فائدہ پہنچائے اور تعویذ کے متعلق جو غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اُسے دور فرمائے۔ آمین

محمد فضل اللہ صابری چشتی

پیر۔ ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ / ۵ / مارچ ۲۰۱۲

نوٹ: قارئین پہلا ایڈیشن کچھ حالات کی بنا پر بہت عجلت میں شائع ہو گیا اور کتاب پر نظر ثانی نہ ہو سکی، جس بنا پر گزشتہ ایڈیشن میں بہت زیادہ اغلاط رہ گئی ہیں۔ موجودہ ایڈیشن تصحیح کے بعد شائع کیا جا رہا ہے، پھر بھی کسی کو کوئی غلطی نظر آئے تو اصلاح فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں درست کی جا سکے۔

پیش لفظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلاَ يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلاَّ خَسَارًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۲)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کا نقصان ہی بڑھتا ہے۔

امام قرطبی مالکی (متوفی ۶۷۱ھ/ ۱۲۷۳ء) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

قال: وننزل مافیه شفاء من القرآن، وفی الخبر، من لَمْ یَسْتَشْفِ بالقرآن فلا شفاه الله۔

ترجمہ: جو قرآن سے شفا حاصل نہ کرے اللہ اسے شفا نہیں دیتا۔

امام قرطبی مزید فرماتے ہیں:

اختلف العلماء فی کونه شفاء علی قولین: أحدهما۔ أنه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وازالة الرّیب، ولکشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والأمور الدالة علی الله تعالی۔ الثانی۔ شفاء من الأمراض الظاهرة بالرُّقی والتعوّذ ونحو۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۲)

ترجمہ: علما کا اس پر اختلاف ہے کہ قرآن قلب کے لیے شفا ہے کیوں کہ وہ جہالت اور شک وشبہ کو دور کرتا ہے جس سے معجزات کو سمجھنے اور اللہ کی معرفت میں آسانی ہوتی ہے اور دوسرا یہ تعویذ اور رقیہ (دَم، پھونک) کے ذریعے امراض کیلئے شفا ہوتی ہے۔

امام بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقیل انه للتبعیض والمعنی أن منه ما یشفی من المرض

کالفاتحة وآیات الشفاء۔ (تفسیر انوار التنزیل واسرار التأویل للبیضاوی، سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۸۲)

ترجمہ: اور کہا گیا اس سے مراد سورۂ فاتحہ اور آیت شفا سے امراض کا علاج ہے۔

امام قرطبی مالکی تحریر فرماتے ہیں:

وعلى اباحة التداوی والاسترقاء جمهور العلماء۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ النحل: آیت ۶۹)

ترجمہ: جمہور علما کا دوا اور قرآنی آیات کے استعمال پر اتفاق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

ذكره أبو زرعة ثنا الحسن بن عطية ثنا اسرائيل عن أبي اسحاق عن أبي خوص عن عبدالله انه قال فی القرآن شفاء ان القرآن والعسل فالقرآن شفاء لما فی الصدور والعسل شفاء من كل داء۔

(تفسیر لابن أبي حاتم، رقم الحدیث ۱۰۴۱۸، المکتبۃ العصریۃ صیدا۔ لبنان)

ترجمہ: امام ابن ابی حاتم نے عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن میں دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور شہد میں ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

(حدیث مرفوع) أخبرنا عَلِيُّ بْنُ أحمد بن عبدان، أنا احمد بن عبيد، ثنا عباس بن الفضل الأسفاطي، ثنا عقبة بن مكرم الكوفي، ثنا ابراهيم بن ظبية، عن الحجاج، ومحمد بن راشد، عن مكحول، عن واثلة بن الاسقع: ان رجلا شكى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وجع حلقه، قال: عليك بقراءة القرآن" (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۲۵۸۰، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء)

ترجمہ: امام بیہقی نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا قرآن ہے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۵۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ و محمد بن موسى قالا: ثنا أبو العباس الأصم ثنا هارون بن سليمان ثنا عبد الرحمن بن مهدى عن عبد الله بن المبارك عن عيسى بن عمر عن طلحة بن مصرف قال كان يقال أن المريض اذا قرء عنده القرآن وجد له خفة فدخلت على خيثمة وهو مريض فقلت انى أراك اليوم صالحا قال: أنه قرء عندى القرآن۔ (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۲۵۷۹، دار الکتب العلمیة۔ بیروت ۱۴۱۰ھ /۱۹۹۰ء)

ترجمہ: امام بیہقی نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ مریض کے پاس جب قرآن پڑھا جائے تو وہ آرام محسوس کرتا ہے۔ حضرت خیثمہ جب بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس گیا، میں نے کہا آج آپ تندرست لگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آج میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں رحمت اور شفا نازل فرمائی ہے کہ اس سے امراضِ ظاہرہ اور باطنہ، ضلالت و جہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے۔ آیندہ صفحات میں ہم نے قرآن و حدیث کے حوالے سے تعویذ اور رقیہ (دَم کرنا) کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے ہیں اور اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان علما کے حوالہ جات پیش کیے جائیں جو عربی زبان، فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر دینی علوم میں ماہر تھے۔ اور یہ علما سب کے نزدیک مسلّم اور معتبر ہیں۔

رقیہ

رقیہ کیا ہے؟

عربی لفظ "رقیہ" کے معنی علاج کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں قرآن شریف، حدیث شریف یا دیگر کلمات کی تلاوت کے ساتھ علاج کیا جاتا ہے۔

اردو زبان میں رقیہ کا معنی "دَم کرنا" یا "پھونکنا" ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیہ کی تعلیم فرمائی

حدیث (۱): اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی اس میں اپنی ذاتِ کریمہ پر معوذات پڑھ کر دَم فرماتے تھے۔ جب حضور زیادہ بیمار ہوگئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کو دَم کرتی تھی اور آپ کے دستِ اقدس کی برکت کے باعث آپ کے دست مبارک سے آپ کو مسح کرتی تھی۔ معمر کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا حضور کس طرح جسم مبارک کو مسح کرتے تھے۔ انہوں نے کہا حضور دونوں ہاتھوں پر پھونکتے پھر انہیں چہرۂ انور پر پھیرتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الطب)

حدیث (۲): اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر کی وجہ سے جھاڑ پھونک کیا جائے۔ (ایضاً)

حدیث (۳): اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر سیاہ داغ تھے۔ حضور نے فرمایا اس کو دَم کرواؤ، کیوں کہ اسے نظر لگی ہوئی ہے۔ (ایضاً)

حدیث (۴): عبدالرحمن بن اسود نے اپنے والد اسود سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر جھاڑ پھونک کے

متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے کاٹنے پر دَم کرانے میں رخصت دی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الطب)

حدیث (۵): عبدالعزیز بن صہیب نے کہا میں اور ثابت بن اسلم بنانی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ثابت نے کہا اے ابوحمزہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔ حضرت انس نے کہا کیا مَیں تجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دَم نہ کروں؟ ثابت نے کہا کیوں نہیں (ضرور دَم کرو) انس نے کہا اے لوگوں کے پروردگار سختی کو دُور کرنے والے! مجھے شفا دے۔ تُو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں۔ ایسی شفا دے جو بیماری نہ رہنے دے۔ (ایضاً)

حدیث (٦): اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض بیبیوں کو دَم کرتے، اپنے دائیں دستِ اقدس سے تکلیف کی جگہ مسح کرتے اور فرماتے اے اللہ! مخلوق کے پروردگار سختی دور کرنے والے! اس کو شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شافی نہیں۔ ایسی شفا دے جو بیماری نہ رہنے دے۔ (ایضاً)

حدیث (۷): اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دَم کرکے فرماتے اے پروردگارِ عالم! سختی دور کر تیرے دستِ قدرت میں شفا ہے، یہ سختی تُو ہی دور کر سکتا ہے۔ (ایضاً)

حدیث (۸): اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار کے لیے یہ پڑھ کر دَم کرتے تھے۔ اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہمارے تھوک سے، ہمارے رب کی اجازت سے ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے۔ (ایضاً)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے دعا

حدیث (۹): حدثنا عثمان بن أبي شيبة حدثنا جرير عن منصور عن المنهال عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهما قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يعوذ الحسن والحسين ويقول ان أبا

كما كان يعوذ بها اسماعيل و اسحاق أعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة۔ (صحيح البخاری، كتاب أحاديث الأنبياء: باب قول الله تعالى و اتخذ الله ابراهيم خليلا)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما پر ان کلمات کے ساتھ دَم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام کو دَم کیا کرتے تھے۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ذریعے ہر شیطان، زہریلے جانور اور ہر ضرر دینے والی آنکھ کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

حدیث (۱۰): حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دَم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا زہریلے ڈنک، پھوڑے، پھنسی اور نظر لگنے کی صورت میں دَم کرانے کی اجازت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حدیث (۱۱): ابراہیم بن مہدی مصیصی علی بن مسہر، عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز، صالح بن کیسان، ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ سے روایت ہے کہ حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں حضرت حفصہ کے پاس تھی۔ چنانچہ مجھ سے فرمایا: تم انہیں نملہ کا دَم کیوں نہیں سکھاتیں جیسے تم نے اِنھیں لکھنا سکھایا ہے۔

حدیث (۱۲) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی اُمِ سلمہ کے مکان میں گئے اور گھر میں ایک لڑکا رو رہا تھا۔ لوگوں نے کہا اس کو نظر لگ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منتر کیوں نہیں کرتے اس کے لیے۔ (مؤطا امام مالک)

زہریلے جانور کا ڈسنا اور سورۂ فاتحہ سے علاج

حدیث: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے پاس آئے تو انہوں نے ان کی ضیافت نہ کی۔

اس اثنا میں اس قبیلے کے سردار کو زہریلے جانور نے ڈس لیا۔ قبیلے والوں نے انہیں کہا کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے۔ صحابہ نے کہا تم نے ہماری ضیافت نہیں کی ہم دم نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمیں اُجرت دو۔ قبیلے والوں نے اُن کے لیے کچھ بکریاں مقرر کر دیں۔ اُن میں سے ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کیا اور تھوک منہ میں جمع کرتا اور اس پر تھوکتا رہا تو وہ شخص تندرست ہو گیا۔ قبیلے والے بکریاں لے کر آئے تو اُنہوں نے کہا ہم یہ نہ لیں گے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں۔ چناں چہ انہوں نے حضور سے پوچھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے۔ بکریاں لے لو اور میرے لیے بھی حصہ رکھ لو۔ (صحیح بخاری، کتاب الطب)

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ:

۱۔ صحابۂ کرام کا علم اور عقیدہ تھا کہ قرآن میں ہر بیماری کا علاج ہے۔

۲۔ سورۂ فاتحہ یا قرآن شریف کی کوئی دوسری آیت سے شفا حاصل کی جا سکتی ہے۔

۳۔ رقیہ کے بدلے اُجرت لینا جائز ہے۔

دورِ جاہلیت میں رقیہ کا استعمال

حدیث (۱): حدیث جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کر دیا، پھر عمرو بن حزم کی آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے جس سے ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرتے تھے تو آپ نے دم کرنے سے منع کر دیا۔ پھر انہوں نے اس دم کے کلمات آپ پر پیش کیے۔ آپ نے فرمایا میں ان میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حدیث (۲): حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس سلسلے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنے دم کیے کلمات مجھ پر پیش کرو، اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں

تو دَم میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ رقیہ (دم، جھاڑ پھونک) کی اجازت دی جس میں شرک یا کفر نہ ہو۔

۲۔ حدیث میں جس رقیہ کا ذکر ہے وہ دورِ جاہلیت میں استعمال کیا جاتا تھا۔ چناں چہ اس میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے کلمات نہ تھے۔

۳۔ یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ رقیہ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے علاوہ دوسرے کلمات کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کلمات کفر اور شرک سے پاک ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

قال للربيع سألت الشافعي عن الرقية فقال لا بأس أن يرقي بكتاب الله وما يعرف من ذكر الله۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر: ج ۱۰، ص ۱۹۷، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: ربیع (امام شافعی کے ایک شاگرد) نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے رقیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ رقیہ میں کتاب اللہ کے الفاظ یا وہ کلمات ہوں جس میں اللہ کا ذکر ہو۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک کتاب اللہ کے علاوہ دوسرے کلمات کا استعمال بھی رقیہ میں کیا جا سکتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

زہریلے جانور والی حدیث کے تحت امام ابن حجر علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

وفی الحدیث جواز الرقیة بکتاب الله، ویلتحق به کان بالذکر والدعاء المأثور، وکذا غیر المأثور مما لا یخالف ما فی المأثور، وأما الرقی بما سوی ذلک فلیس فی الحدیث ما یثبته ولا ما ینفیه۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر، ج ۴، ص: ۴۵۷، دار الفکر: بیروت)

ترجمہ: اس حدیث سے اس رقیہ کا جواز ملتا ہے جس میں کتاب اللہ کے کلمات ہوں، یا ذکر اللہ کے کلمات ہوں، یا دعائے ماثور ہوں (نبی کریم ﷺ سے جو دُعا ثابت ہو) یا دعائے غیر ماثور۔ بشرطیکہ اس رقیہ کے کلمات حدیث کے خلاف نہ ہوں اور نہ ہی ان کی نفی۔

شیخ ابنِ تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) کی رائے

شیخ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفیما ییسرہ لهم من نوع حرکة و عمل أو دعوة مستجابة أو رقیة نافعة أو قوة للقلب وحسن التوکل الی غیر ذلك من الاسباب الکثیرة غیر الدواء۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ۲۱، ص: ۵۶۳، دار الوفاء: مصر ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء)

ترجمہ: اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ دوا کے علاوہ، ہر قسم کے قول وفعل یا مقبول دعاؤں یا نفع بخش رقیہ یا قوت القلب اور حسن توکل اور اسبابِ کثیر کے ذریعے شفا دیتا ہے۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نفع بخش رقیہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ شفا دیتا ہے۔

رقیہ جس کے کلمات قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط أن یکون

بكلام الله تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى. (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۰، ص: ۱۹۵، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: علما کا تین شرطوں کے ساتھ رقیہ کے جواز پر اجماع ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہو یا اسما یا صفات سے ہو اور (۲) عربی زبان سے ہو، اگر عربی زبان سے نہ ہو تو اس کا معنیٰ سمجھ میں آئے، اور (۳) یہ عقیدہ نہ ہو کہ رقیہ بذاتِ خود نفع پہنچاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اثر دینے والا ہے۔

گذشتہ صفحات میں ہم صحیح مسلم کی اس حدیث کا مطالعہ کر چکے ہیں جس میں دور جاہلیت میں استعمال ہونے والے رقیہ کو نبی کریم ﷺ نے رد نہیں فرمایا کیوں کہ اس میں کفریہ یا شرکیہ کلمات نہیں تھے۔

غیر عربی زبان میں رقیہ (دَم کرنا)

بعض رقیہ میں عربی کے علاوہ دوسری زبان کے الفاظ ہوتے ہیں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن أحمد البراء الثنا المعافى بن سليمان حدثني موسى بن أعين عن زيد بن بكر بن خنيس عن اسماعيل بن مسلم عن أبي معشر عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله قال ذكر عند النبي صلى الله عليه وسلم رقية من الحية فقال: اعرضوها على فعرضوها عليه: بسم الله شجة قرنية ملحة بحر فقطا فقال: هذه مواثيق أخذها سليمان بن داود عليه السلام على الهوام ولا أرى بها بأسا۔ (المعجم الكبير، للطبراني، ج ۱۰، ص: ۱۱۱، مكتبة ابن تيمية: القاهرة، المعجم الأوسط للطبراني: ج ۵، ص: ۲۶۶، دار الحرمين: القاهرة: ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء، عمل اليوم والليلة: ابن السني: رقم الحديث: ۵۷۳، مكتبة دار البيان۔ دمشق ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سانپ کے زہر کو اُتارنے کے متعلق ایک رقیہ پیش کیا گیا جس کے الفاظ یہ تھے: بسم الله شجة قرنية ملحة بحر فقطا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے متعلق سوال کیا گیا، تو حضور نے فرمایا: یہ سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کے الفاظ ہیں، جس میں کوئی حرج نہیں۔

☆ حدیث کی سند میں زید بن بکر اور اسماعیل بن مسلم ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس ضعف کے باوجود قاضی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

دليل على أنها تجوز الرقية بالألفاظ التى لا يعرف معناها اذا حصل التجريب بنفعها و تاثيرها لكن لابد أن يعرف الراقى أنها ليست من السحر الذى لا يجوز استعماله فان النبى صلى الله عليه وسلم قد أخبرنا أنها موائيق كما فى الحديث الاول۔ (تحفة الذاكرين للشوکانی، ص ۳۱۸، دار القلم۔بیروت ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)

ترجمہ: اس حدیث میں ان رقیات (دَم کرنا) کے جواز کی دلیل ملتی ہے جن میں غیر عربی کلمات شامل ہوں۔ بشرطیکہ ان کی تاثیر اور نفع تجربے سے ثابت ہو، لیکن ان کلمات میں سحر (جادو) کے الفاظ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر سحر کے الفاظ ہوں تو وہ رقیہ ناجائز ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں ارشاد فرمایا۔

امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمل اليوم والليلة میں اس حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سند میں اسحاق بن رافع اور سعاد بن معاذ انصاری کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ایک حسن سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں:

حدثنا مطلب بن شيعب نا عبدالله بن صالح نا الليث عن الحسن بن أبي الحسن البصری عن زيد بن عبدالله قال عرضنا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم رقية من الحية فأذن لنا بها وقال انما هی مواثيق والرقية بسم الله شجة قرنية ملحة بحر قفطا لا يروی هذا الحديث عن زيد بن عبدالله الا بهذا الاسناد تفرد به الليث۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۸، ص ۲۹۷، دار الحرمين: القاهرة: ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء، رواه الطبرانی فی الاوسط و اسناده حسن، مجمع الزوائد للهيثمی، ج ۵، ص ۱۹۲ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء)

غور فرمائیں کہ اس حدیث میں بھی غیر عربی زبان میں رقیہ (دَم کرنا) کے کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیے گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ وہ کلمات یہ ہیں: بسم الله شجة قرنية ملحة بحر قفطا۔

امام ابن ہیثمی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے۔

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ غیر عربی زبان میں رقیہ (دَم کرنا) جائز ہے بشرطیکہ پڑھنے والا مسلمان ہو اور ان کلمات کے معنی بھی معلوم ہو، ساتھ ہی ان کلمات میں کفریہ، شرکیہ یا سحر کے الفاظ نہ ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلسلۂ چشتیہ، صابریہ میں جو دعائے حیدری پڑھی جاتی ہے وہ بالکل جائز ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء) رقم طراز ہیں:

ومذهبنا فی ذلك أن كل عزيمة مقروءة أو مكتوبة ان كان فيها اسم لا يعرف معناه فهی محرمة الكتابة والقراءة سواء فی ذلك المصروع وغيره۔ وان كانت العزيمة أو الرقيا مشتملة علی أسماء الله

تعالیٰ وآیاته والاقسام به وبأنبیائه وملائکته جازت قراءتها علی المصروع وغیرہ۔ (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیتمی، ص ۸۷، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اور ہمارا مذہب ہر اس تحریر اور قول کے استعمال کے خلاف ہے جس کا معنی معلوم نہ ہو لیکن ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کے نام و آیات ہوں یا انبیا اور ملائکہ کا ذکر ہو تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

اس تحریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غیر عربی زبان میں رقیہ کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ پڑھنے والا مسلمان ہو اور ان کلمات کے معنی بھی معلوم ہو، ساتھ ہی ان کلمات میں کفریہ، شرکیہ یا سحر کے الفاظ نہ ہوں۔

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وممن صرح بتحریم الرقیا بالاسم الأعجمی الذی لا یعرف معناہ ابن رشد المالکی، والعز بن عبد السلام الشافعی، وجماعة من أئمتنا وغیرهم، وقیل وعن ابن المسیب ما یقتضی الجواز۔ (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیمتی، ص ۸۸، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: وہ رقیہ جو غیر عربی زبان میں ہو اور اس کا معنی بھی معلوم نہ ہو اس کے استعمال کرنے پر ابن رشد المالکی، عز بن عبد السلام شافعی اور دیگر ائمہ نے منع فرمایا ہے۔ سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل تھے۔

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

الذی أفتی به العز بن عبد السلام کما ذکرته عنه فی (شرح العباب): أن کتب الحروف المجهولة للأمراض لا یجوز الاسترقاء بها ولا الرقی بها لأنه (صلی الله علیه وسلم) لمّا سئل عن الرقی قال: (اعرضوا علیّ رقاکم فعرضوها فقال: لا بأس) وانما لم یأمر بذلك لأن من الرقی ما یکون کفراً واذا حرم کتبها حرم التوسل بها،

نعم! ان وجدناها فی کتاب من یوثق به علماً و دیناً فان أمر بکتابتها أو قراءتها، احتمل القول بالجواز حینئذ لأن أمره بذلك الظاهر أنه لم یصدر منه الا بعد احاطته واطلاعه علی معناها وأنه لا محذور فی ذلك. وان ذکرها علی سبیل الحکایة عن الغیر الذی لیس هو کذلك، أو ذکرها ولم یأمر بقراءتها ولا تعرض لمعناها فالذی یتجه بقاء التحریم بحاله، ومجرد ذکر امام لها لا یقتضی أنه عرف معناها فکثیراً من أحوال أرباب هذه التصانیف یذکرون ما وجدوه من غیر فحص عن معناه ولا تجربة لمبناه، وانما یذکرونه علی جهة أن مستعمله ربما انتفع به۔ (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیتمی، ص ۳۴، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: عز بن عبد السلام نے فرمایا: اُن الفاظ سے شفا حاصل کرنا ناجائز ہے جن کا معنی معلوم نہ ہو، لیکن اس طرح کی عبارت اگر ان علما کی کتابوں میں موجود ہو جو علم اور دین میں معتبر ہوں اور ان علما نے ان لفظوں (عبارتوں) کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہو، ایسی صورت میں ان عبارتوں کو استعمال کرنے کا جواز ملتا ہے کیوں کہ ان علما نے ان عبارتوں کو سمجھ کر اس بات کی تصدیق کی کہ ان عبارتوں میں کفر اور شرک شامل نہیں ہے۔ دوسری طرف اگر ان علما نے صرف عبارتوں کو نقل کیا ہے، لیکن ان کے استعمال کی اجازت نہیں دی، اس صورت میں ان عبارتوں کا استعمال ناجائز ہے۔ کیوں کہ اکثر یہ لوگ ان عبارتوں کو صرف اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ کسی کو اس سے نفع حاصل ہوا ہے۔

انبیا علیہم السلام اور ملائکہ کے نام کا ذکر

محمد بن علان الصدیقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء) فرماتے ہیں:

وقال القرطبی، أن المقصود اجتناب رقی خارج عن القسمین

كالرقيا بأسماء الملائكة والأنبياء والصالحين كما يفعله كثير ممن يتعاطى الرقيا. فهذا ليس من قسم المحظور الذى يعم اجتنابه.

(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين: محمد بن علان الصديقى الشافعى، ج ۲، ص ۱۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: امام قرطبی نے کہا وہ رقیہ (دَم کرنا) جس میں انبیا، ملائکہ اور صالحین کے ناموں کا ذکر ہوں، اس کا استعمال جائز ہے لیکن اجتناب کرنا بہتر ہے۔

امام دردیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۷ء) فرماتے ہیں:

(ويجوز الرقى) جمع رقية وتكون (بأسماء الله) وبأسماء النبى صلى الله عليه وسلم والصالحين.(و) تجوز (التميمة) أى الورقة المشمولة (بشئ من ذلك) المذكور من أسمائه تعالى والقرآن لمريض وصحيح وحائض ونفساء وبهيمة بعد جعلها فيما يقيها، ولا يرقى بالأسماء التى لم يعرف معناها قال مالك ما يدريك لعلها كفر. ويقول الشيخ الصاوى فى حاشية على الشرح الصغير: اولا يرقى بالأسماء التى لم يعرف معناها أى مالم تكن مروية عن ثقة كالمأخوذة من كلام أبى الحسن الشاذلى كدائرته والأسماء التى فى أحزاب السيد الدسوقى والجلجلوتية. (الشرح الصغير للدردير ومعه حاشية الصاوى، ج ۴، ص: ۷۶۸، دار المعارف، القاهرة، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)

ترجمہ: وہ رقیہ جس میں اسم اللہ، اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کے ناموں کا ذکر ہو، کا استعمال جائز ہے۔ ساتھ ہی وہ تمائم بھی جائز ہیں جن میں یہ رقیہ اور قرآن شریف کی عبارت لکھی گئی ہو۔ ان تمائم کو کسی مریض یا تندرست کے گلے میں لٹکانا جائز ہے۔ اور حائضہ عورتوں اور جانوروں کے گلے میں لٹکایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ کسی ڈبے یا چمڑے میں سلا ہوا ہو۔ امام مالک نے فرمایا ان الفاظ (عبارتوں) کا استعمال رقیہ

میں نہیں کرنا چاہیے جن کا معنی معلوم نہ ہو، کیوں کہ ان میں کفریہ الفاظ ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس کا معنی یہ ہوا کہ رقیہ کا استعمال جائز نہیں جب تک کہ کسی معتبر حوالے جیسے امام ابوالحسن شاذلی کی کتاب ''دائرہ'' سے روایت نہ کی گئی ہو۔''

رقیہ کے جواز پر اجماع

وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ١٠، ص ١٩٥، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: علما کا تین شرطوں کے ساتھ رقیہ کے جواز پر اجماع ہے۔ (۱) کلام اللہ ہو یا اللہ کے نام و صفات سے ہو (۲) عربی زبان میں ہو یا ان الفاظ کا معنی معلوم ہو (۳) یہ عقیدہ نہ ہو کہ رقیہ اپنے آپ سے نفع پہنچاتا ہے بلکہ نفع اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔

پانی پر دم کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی انسان بیمار ہوتا یا اس کو کوئی چھالا یا زخم ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس انگلی (سفیان نے کہا آپ شہادت کی انگلی زمین پر رکھ کر پھر اُٹھاتے) سے اشارہ کر کے فرماتے اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعابِ دہن سے ہمارا بیمار اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفا پائے گا۔ زبیر کی روایت میں ہے تاکہ ہمارا بیمار شفا پائے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ثابت بن قیس کے پاس تشریف لائے۔ احمد بن صالح نے کہا: حضرت ثابت بن قیس کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ بیمار تھے، اور فرمایا: اے لوگوں کے رب! ثابت بن قیس بن شماس کی بیماری کو دور فرما۔ پھر

بطحان کی مٹی لے کر اُسے ایک پیالے میں ڈالا۔ پھر دَم کر کے اُس پر پانی ڈالا اور اُن کے اُوپر چھڑکا۔ (سنن ابوداود، کتاب الطب)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ پانی پر قرآن شریف دم کر کے مریض کو پینے کے لیے دیا جاسکتا ہے اور اُس پر چھڑکنا بھی جائز ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وروی عن عائشة أنها كانت لاترى بأسا أن يعوذ في الماء، ثم يعالج به المريض۔ (شرح السنة للامام البغوی، المكتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ /۱۹۸۳ء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ کے کلمات پڑھ کر پانی پر دَم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔ مجاہد نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر ان کو دھولیا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلا دیا جائے۔

مشائخ کے تجربات

شیخ ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

ولقد مر بي وقت بمكة سَقِمتُ فيه، وفقدت الطبيب والدواء، فكنت أتعالج بها، آخذ شربة من ماء زمزم، وأقرؤها عليها مراراً، ثم أشربه۔ فوجدتُ بذلك البرءَ التام، ثم صِرتُ أعتمد ذلك عند كثير من الأوجاع، فأنتفع بها غاية الانتفاع۔ (زاد المعاد: ۱۴۱/۴ دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

ترجمہ: ایک مرتبہ مَیں بیمار ہو گیا، مجھے دوا اور طبیب میسر نہ آسکے، تو میں سورۂ فاتحہ

سے اپنا علاج کرتا تھا، میں ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا اور اس پر کئی بار سورہ فاتحہ پڑھتا، پھر ایک گھونٹ زمزم کا پانی پیتا، میں نے کئی بار یہ عمل کیا حتی کہ میری تمام تکلیفیں دور ہو گئیں اور مجھے مکمل فائدہ ہو گیا۔

مرض کے نجات کے لیے بار بار سورۂ فاتحہ تلاوت کرنا اور پھر آبِ زم زم پینا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ یہ شیخ ابن قیم کا ذاتی عمل اور تجربہ تھا۔ چوں کہ یہ عمل قرآن اور سنت کے خلاف نہیں ہے، اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

رقیہ اور قسمت

حضرت ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم جھاڑ پھونک کریں یا دوا کریں اور پرہیز بھی کریں تو کیا یہ تقدیر الٰہی کو بدل سکتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی تقدیر سے ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الطب)

سوال (۱): اس حدیث کا کیا معنیٰ ہے جس میں دَم کرنے کو شرک کہا گیا ہے؟

جواب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن العلاء حدثنا أبو معاوية حدثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن يحيى بن الجزار عن ابن أخي زينب امرأة عبدالله عن زينب امرأة عبدالله عن عبدالله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك۔ قالت قلت: لم تقول هذا؟ والله لقد كانت عيني تقذف و كنت أختلف الى فلان اليهودي يرقيني فاذا رقاني سكنت فقال عبدالله انما ذاك عمل الشيطان كان ينخسها بيده فاذا رقاها كف عنها انما كان يكفيك أن تقولي كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أذهب الباس رب الناس اشف أنت الشافي لا شفاء الا شفاؤك شفاء لا

يغادر سقما۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الطب: باب فی تعلیق التمائم: رقم الحدیث: ۳۸۸۳دار الفکر: ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء)

حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک جادو، گنڈا اور ٹوٹکا شرک ہے۔ حضرت زینب کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی کہ آپ یہ کس طرح فرماتے ہیں جب کہ خدا کی قسم! میری آنکھ میں شدت کا درد تھا تو میں فلاں یہودی کے پاس دَم کروانے جاتی۔ جب وہ دَم کرتا تو مجھے آرام وسکون ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ یہ تو شیطان کی کرتوت ہے کیوں کہ جب جھاڑ پھونک کی جاتی تو شیطان اُسے اپنے ہاتھ سے تھام لیا کرتا۔ تمہارے لیے وہی کہنا کافی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا کرتے: اے لوگوں کے رب! بیماری کو دور فرما۔ شفا دینے والا تو ہے۔ شفا نہیں ہے مگر تیری ایسی شفا جو بیماری کو باقی نہیں چھوڑتی۔

اس حدیث میں ایک غیر مسلم (یہودی) کے دَم کرنے کا ذکر ہے۔ یہودی نے غیر شرعی الفاظ کے ساتھ دم کیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ حدیث اس دَم کرنے کی ممانعت کرتی ہے جس میں شیاطین سے مدد لی جائے یا کفریہ کلمات ہوں۔

وہ رقیہ (دَم) جو شرک اور کفر سے پاک ہو شریعت میں اس کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات پر ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے تحت امام احمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۸۸ھ/ ۹۰۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

وأما الرقى فالمنهي عنه هو ما كان منها بغير لسان العرب فلا يدرى ما هو ولعله قد يدخله سحر أو كفر وأما اذا كان مفهوم المعنى وكان فيه ذكر الله سبحانه فانه مستحب متبرك به والله أعلم۔ (معالم السنن: لأحمد بن محمد الخطابی، ج ۴، ص ۲۲۶، المطبعة العلمية۔ حلب: ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)

ترجمہ: اس دَم (رقیہ) کی ممانعت ہے جس کے معنی معلوم نہ ہو یا ان کلمات میں

کفریہ الفاظ ہوں۔ جہاں تک اس دَم کا سوال ہے جس کے معنی معلوم ہو اور اس میں اللہ کا ذکر ہو، وہ متبرک اور مستحب ہے۔

امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۵۸ھ/۱۰۶۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

والذی روی عن ابن مسعود مرفوعا "ان الرقی والتمائم والتولة شرك" فانما أرادوا، والله أعلم۔ ما كان من الرقی والتمائم بغير لسان العربية مما لا يدری۔ (السنن الصغير: للبيهقی، ج ۲، ص ۴۲۳، باب فی التداوی والاكتواء والاسترقاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دم، تولہ اور تمائم شرک ہیں، ان سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دم اور تعویذ وغیرہ شرک ہیں جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے معنی غیر معلوم ہوں۔

امام بغوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۶ھ/ ۱۱۲۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

والمنهی من الرقی ما كان فيه شرك، أو كان يذكر مردة الشياطين، أو ما كان منها بغير لسان العرب، ولا يدری ما هو، ولعله يدخله سحر، أو كفر، فأما ما كان بالقرآن، وبذكر الله عزوجل، فانه جائز مستحب، فان النبی (صلی الله عليه وسلم) كان ينفث علی نفسه بالمعوذات۔ (شرح السنة، للبغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۹، المكتب الاسلامی، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: اس قسم کی جھاڑ پھونک اور دَم کرنے کی ممانعت ہے جس میں کلماتِ شرک ہوں یا اس میں سرکش شیاطین کا ذکر ہو یا اس میں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے کلمات ہوں یا ان کلمات کا کچھ پتا نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں جادو کے کلمات ہوں یا کفریہ کلمات ہوں، لیکن جس میں قرآن مجید کے کلمات ہوں یا اس میں اللہ عزوجل کا ذکر ہو تو ان کلمات کے ساتھ دَم کرنا جائز اور مستحب ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ

الفلق اور سورہ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دَم فرماتے تھے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء) اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں:

(شرك) أى من الشرك سماها شركا لأن المتعارف منها فى عهده ما كان معهودا فى الجاهلية وكان مشتملا على ما يتضمن الشرك أو لأن اتخاذها يدل على اعتقاد تاثيرها ويفضى الى الشرك. ذكره القاضى۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى: ج ۲، ص ۳۴۲، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء)

ترجمہ: قاضی عیاض نے فرمایا: حضور نے اسے شرک اس لیے فرمایا کہ دورِ جاہلیت میں شرکیہ کلمات استعمال کیے جاتے تھے یا لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان چیزوں میں بالذات اثر پہنچانے کی تاثیر ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دَم (رقیہ) کو منع فرمایا ہے جس میں کفریہ یا شرکیہ الفاظ ہوں۔

سوال (۲): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسے ستّر ہزار لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جنہوں نے دوسروں سے دَم نہ کروایا ہو؟

جواب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے اُمتیں پیش کی گئیں۔ پس نبی نے گزرنا شروع کیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کی امت تھی کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ چند لوگ تھے کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ دس آدمی تھے کوئی نبی گزرتا اس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ کوئی اور نبی گزرتا اس حال میں کہ وہ تنہا ہوتا میں نے نظر کی تو اچانک میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ مَیں نے کہا اے جبرئیل! یہ لوگ میری اُمت سے ہیں؟ اُس نے کہا نہیں لیکن آپ کناروں کو دیکھیں میں

نے نظر کی تو بے شمار لوگ تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت ہیں، یہ ستر ہزار ان کے آگے ہیں۔ ان کا کوئی حساب کتاب نہیں اور نہ کوئی عذاب ہے۔ ہم نے کہا ان کا حساب کیوں نہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بدن پر داغ نہیں کرتے اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ جانور سے شگون پکڑتے ہیں وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ عکاشہ بن محصن حضور کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا حضور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن میں سے کر دے۔ فرمایا اے اللہ! اس کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ پھر آپ کے پاس ایک اور آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

صحیح مسلم میں یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ اس متن میں لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ۔ یعنی جو نہ دَم کریں گے اور نہ کسی سے دَم کروائیں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

شیخ ابن تیمیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقد روى فيه: (ولا يرقون) وهو غلط. فان رقياهم لغيرهم ولانفسهم حسنة. وكان النبى صلى الله عليه وسلم يرقى نفسه وغيره ولم يكن يسترقى. فان رقيته نفسه وغيره من جنس الدعاء لنفسه ولغيره. وهذا مأمور به. فان الأنبياء كلهم سألوا الله ودعوه كما ذكر الله ذلك فى قصة آدم و ابراهيم و موسى وغيرهم۔ (مجموع الفتاوى ابن تيمية، ج ١، ص ١٨٢، دار الوفاء، مصر، ١٤٢٦ھ/٢٠٠٥ء)

ترجمہ: اور (صحیح مسلم کی عبارت میں) ''جو نہ دم کریں'' کے زیادہ الفاظ ہے وہ راوی کی طرف سے خطا ہے، کیوں کہ اپنے اور دوسروں کے لیے دَم کرنا ایک اچھا عمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اوپر بھی دم کرتے اور دوسروں پر بھی، لیکن حضور نے کبھی دوسروں سے اپنے لیے درخواست نہ کی۔ حضور کا اپنے اور دوسروں کے لیے دم کرنا ایک

طرح کا دعا مانگنا ہے، جو کہ ایک اچھا عمل ہے، جیسا کہ تمام انبیا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔اس کا ذکر آدم، ابراہیم، موسیٰ علیہم السلام اور دوسروں کے تذکرے میں ملتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کی اس رائے کی روشنی میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''دَم کرنا'' جائز ہے لیکن ''دوسروں سے دَم کی درخواست کرنا'' ناجائز ہے۔ (ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک مریض دوسروں کو دَم کرنے کی درخواست نہ کرے۔ لیکن دوسرا شخص اگر خود سے دَم کرے تو یہ جائز ہے۔) شیخ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہے کہ دَم کرنا ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ دوسرے مسلمانوں سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور ''دَم'' بھی ایک طریقے کی دعا ہے تو ''دَم'' کرنے کی درخواست کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ایک حدیث میں روایت ہے کہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جس کو تکلیف ہو یا اُس کا کوئی مسلمان بھائی اس سے اپنی بیماری کی شکایت کرے تو کہے: ہمارا رب اللہ ہے جس کی حکومت آسمانوں میں بھی ہے۔ تیرا نام پاک ہے۔ تیرا حکم آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تیری رحمت جیسی آسمانوں میں ہے ایسی ہی رحمت زمین میں فرما۔ ہماری غلطیوں اور

خطاؤں کو معاف فرما۔ تو ہی پاک لوگوں کا رب ہے۔ اپنی رحمت میں سے رحمت اور اپنی شفا میں سے شفا اس تکلیف پر نازل فرما تا کہ یہ تندرست ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان بیمار ہے تو وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو دعا ''دَم'' کرنے کی درخواست کر سکتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وأجاب العلماء عن ذلك بأجوبة: أحدها: الطبرى والمازرى وطائفة أنه محمول على من جانب اعتقاد الطبائعيين فى أن الادوية تنفع بطبعها كما كان أهل الجاهلية يعتقدون، وقال غيره: الرقى التى يحمد تركها ما كان من كلام الجاهلية وما الذى لا يعقل معناه لاحتمال أن يكون كفرا، بخلاف الرقى بالذكر ونحوه. وتعقبه عياض وغيره بأن الحديث يدل على أن للسبعين ألفا مزية على غيرهم وفضيلة انفردوا بها عمن شاركهم فى أصل الفضل والديانة، ومن كان يعتقد أن الأدوية تؤثر بطبعها أو يستعمل رقى الجاهلية ونحوها فليس مسلما فلم يسلم هذا الجواب. ثانيها: قال الداودى وطائفة ان المراد بالحديث الذين يجتنبون فعل ذلك فى الصحة خشية وقوع الداء، وأما من يستعمل الدواء بعد وقوع الداء به فلا، وقد قدمت هذا عن ابن قتيبة وغيره فى "باب من اكتوى"، وهذا اختيار ابن عبد البر، غير أنه معترض بما قدمته من ثبوت الاستعاذة قبل وقوع الداء. ثالثها: قال الحليمى: يحتمل أن يكون المراد بهؤلاء المذكورين فى الحديث من غفل عن أحوال الدنيا وما فيها من الأسباب المعدة لدفع العوارض، فهم لا يعرفون الا كتواء

ولا الاسترقاء، وليس لهم ملجأ فيما يعتريهم الا الدعاء والاعتصام بالله، والرضا بقضائه، فهم غافلون عن طب الأطباء ورقى الرقاة ولا يحسنون من ذلك شيئا، والله أعلم۔ رابعها: أن المراد بترك الرقى والكى الاعتماد على الله فى دفع الداء والرضا بقدره، لا القدح فى جواز ذلك لثبوت وقوعه فى الأحاديث الصحيحة وعن السلف الصالح لكن مقام الرضا والتسليم أعلى من تعاطى الأسباب، والى هذا نحا الخطابى ومن تبعه۔ قال ابن الأثير: هذا من صفة الأولياء المعرضين عن الدنيا و أسبابها و علائقها، وهؤلاء هم خواص الأولياء۔ ولا يرد على هذا وقوع ذلك من النبى صلى الله عليه وسلم فعلا و أمرا، لأنه كان فى أعلى مقامات العرفان و درجات التوكل فكان ذلك من للتشريع وبيان الجواز، ومع ذلك فلا ينقص ذلك من توكله لأنه كان كامل التوكل، لأن يقينا فلا يؤثر فيه تعاطى الأسباب شيئا، بخلاف غيره ولو كان كثير التوكل، لكن من ترك الأسباب وفوض وأخلص فى ذلك كان أرفع مقاما۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۶، ص ۲۸۴، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: وہ لوگ جو اس حدیث کی روشنی میں دَم (رقیہ) کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا جواب علما نے دیا ہے جن میں (۱) امام طبری اور امام مازری نے کہا کہ یہ ''دَم'' ممانعت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو دورِ جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دوا میں بالذات نفع کی قوت ہے۔ (۲) قاضی عیاض نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ (دَم کرنے کی ممانعت) مراد لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر ہزار کی فضیلت اس لیے بیان فرمائی ہے کیوں کہ وہ بنا کسی حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ اگر ان ستر ہزار

کی مراد اس وجہ سے ہوتی جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا تو پھر ستر ہزار ہی کی تعداد کیوں؟ یہ عقیدہ تو ہر مسلمان کا ہوتا ہے(کہ دَم اور تعویذ میں بالذات کوئی طاقت نہیں)۔ (۳) علما نے فرمایا کہ اس ''دَم'' کی ممانعت کی گئی ہے جس میں دورِ جاہلیت کے کلمات ہوں کیوں کہ اس میں کفریہ الفاظ ہونے کی گنجائش ہے۔ (۴) ان لوگوں نے ''دَم'' اس لیے نہیں کروایا کہ ان کا پریشانی اور بیماری میں اللہ پر توکل ہے اور اللہ کے قدر پر راضی ہیں۔ اس وجہ سے ''دَم'' کے جواز کی نفی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس کا جواز حدیث اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ان ستر ہزار افراد کی فضیلت اس لیے ہے کیوں کہ ان کو بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جہاں تک دَم (رقیہ) کا سوال ہے وہ متعدد احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

سوال (۳): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس کے مطابق حضور ﷺ نے معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کے علاوہ دوسرے کسی بھی ''دَم'' کو ناپسند فرمایا؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداوٗد نے نقل فرمایا ہے۔ عبدالرحمن بن حرملہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: نبی کریم ﷺ دس باتوں کو ناپسند فرمایا کرتے: خلوق کی زردی، سفید بالوں کو بدلنے، ازار گھسیٹنے، سونے کی انگوٹھی پہننے، غیروں کو دکھانے کے لیے عورتوں کا سنگار کرنا، گوٹوں سے کھیلنا، معوذات کے سوا اور چیزوں سے دَم کرنا، گنڈے باندھنا، دوسری جگہ پانی ڈالنا یا غلط جگہ پانی (منی) ڈالنا اور بچے کی صحت بگاڑ دینا، لیکن یہ حرام نہیں ہے۔ (سنن ابوداوٗد، کتاب الخاتم)

محدثین نے اس حدیث کو منکر فرمایا ہے۔ مذکورہ صفحات میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے معوذات (سورۃ الفلق، سورۃ الناس) کے علاوہ دوسری دعاؤں کی بھی تلقین فرمائی۔

رقیہ اور توکّل

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا عمرو بن علی حدثنا یحیی بن سعید القطان حدثنا المغيرة بن أبي قرة السدوسي قال سمعت أنس بن مالك يقول قال رجل يا رسول الله أعقلها و أتو كل أو أطلقها و أتو كل قال اعقلها و تو كل۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ و الرقائق و الورع، رقم الحدیث ۲۵۱۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں اونٹ باندھوں اور توکّل کروں یا کھول کر توکّل کروں؟ آپ نے فرمایا باندھ کر توکّل کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی طاقت اور وسائل کا استعمال کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف بڑھنا چاہیے، لیکن اپنی طاقت اور وسائل کو کامیابی کا حقیقی ذریعہ نہ سمجھنا چاہیے، بلکہ اپنی ذمے داری کو پورا کرنے کے بعد اللہ پر توکّل کرنا چاہیے۔

بعض لوگ توکّل کے معنی کو نہ سمجھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ علاج کے لیے دوا اور دعا کا استعمال کرنا توکّل کے خلاف ہے، لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود دَم و دوا کی تعلیم فرمائی۔

حدیث: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں کو اتارا ہے اور ہر بیماری کی دوا بنائی ہے۔ پس علاج کروایا کرو لیکن حرام دوا سے علاج نہ کیا کرو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطب)

حدیث: ابوحازم سے روایت ہے کہ انہوں نے سہل بن ساعد ساعدی سے سنا حالانکہ لوگوں نے ان سے پوچھا تھا جب کہ میرے اور سعد کے درمیان کوئی حائل نہ تھا کہ کس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زخم کا علاج کیا گیا تھا۔ سعد نے کہا اسے مجھ سے

زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہ رہا۔علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی
آپ کے چہرہ انور سے خون دھوتی تھیں پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کے سا
زخم بھر دیا گیا۔(صحیح بخاری، کتاب الوضو)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو توکل ہو سکتا ہے؟ جب انہو
نے راکھ کا استعمال کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چوٹ کا علاج کیا تب
حضور علیہ السلام نے انہیں منع نہ فرمایا۔

ایک حدیث کے مطابق حضور نے علاج کے لیے داغ لگوانے کی اجازت دی
جب کہ دوسری حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی۔

واضح ہو کہ دَم کروانا یا دوا لینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔اگر توکل کے معن
خاموش رہتے ہوئے دوسروں سے دعا کی درخواست نہ کرنا ہوتا، تب عکاشہ بن محصن
نے (ستّر ہزار افراد والی حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست نہ کی ہوتی۔

اب یہ بات ثابت ہوئی کہ دوا اور دم (رقیہ) حضور کی سنّت ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا حميد بن مسعدة حدثنا يزيد بن زريع أخبرنا معمر عن
الزهري عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كوى أسعد بن
زرارة من الشوكة قال أبو عيسى وفي الباب عن أبي و جابر و هٰذا
حديث حسن غريب۔ (سنن الترمذي، كتاب الطب، باب ماجاء في الرخصة في
ذلك، رقم الحديث ۲۰۵۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسعد بن
زرارہ کو سرخ پھنسی کی بیماری میں داغا۔

تِـوَلَہ

تولہ کا معنی

امام احمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التولة يقال أنه ضرب من السحر، قال الأصمعى وهو الذى يحبب المرأة الى زوجها۔ (معالم السنن لأحمد بن محمد الخطابى، ج ۴، ص ۲۲۶، المطبعة العلمية، حلب: ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)

ترجمہ: تولہ جادو کی ایک قسم ہے اصمعی نے کہا یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

ما يحبّب المرأة الى زوجها من السّحر وغيره، جعله من الشرك لاعتقادهم أن ذلك يؤثر ويفعل خلاف ما قدّره الله تعالى۔ (النهاية لابن الأثير الجزرى، ج ۱، ص ۲۰۰، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: (تولہ) ایک طرح کا سحر ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اس کو شرک اس وجہ سے کہا گیا کہ جو لوگ اس کا استعمال کرتے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے اللہ کی تقدیر کو رد کیا جا سکتا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التولة: ضرب من السحر۔ قال الأصمعى: وهو الذى يحبب المرأة الى زوجها۔ (شرح السنة للبغوى، ص ۱۵۸۔۱۵۹، المكتب الاسلامى، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: تولہ جادو کی ایک قسم ہے اصمعی نے کہا یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔

نشرہ

نشرہ کا معنی

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

روی عن جابر قال: سئل رسول الله (صلی الله علیه وسلم) عن النشرة، فقال: "هو من عمل الشیطان"۔ والنشرة: ضرب من الرقیة یعالج بها من کان یظن به مس الجن، سمیت نشرة لأنه ینشر بها عنه، أی: یحل عنه ما خامره من الداء، و کرهها غیر واحد، منهم ابراهیم۔ وحکی عن الحسن أنه قال: النشرة من السحر، وقال سعید بن المسیب: لا بأس بها۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشرہ شیطان کا عمل ہے۔ نشرہ ایک قسم کا دَم ہے، جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کو جن کا آسیب ہے اس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ متعدد فقہا نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ حسن نے کہا کہ یہ جادو ہے، سعید بن مسیب نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

قال قتادة قلت لسعید بن المسیب رجل به طب أو یؤخذ عن امرأته أیحل عنه أو ینشر قال لا بأس به انما یریدون به الاصلاح فأما ما ینفع الناس فلم ینه عنه۔ (صحیح البخاری۔ کتاب الطب۔ باب هل یستخرج السحر، تعلیقاً)

ترجمہ: اور قتادہ نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے کہا ایک آدمی پر جادو کر دیا گیا ہے یا وہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے۔ تو کیا اس سے جادو نکال باہر کیا جائے۔ انہوں نے کہا اس میں کچھ حرج نہیں وہ اس توڑ سے صرف اصلاح

چاہتے ہیں بہر حال جو چیز نفع دے اس سے منع نہیں کیا گیا۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

والنشرة: حل السحر عن المسحور وهی نوعان: حل سحر بسحر مثله، وهوالذی من عمل الشیطان، فان السحر من عمله، فیتقرب الیه الناشر والمنتشر بما یحب، فیبطل عمله عن المسحور، والثانی: النشرة بالرقیة والتعوذات والدعوات والأدویة المباحة، فهذا جائز، بل مستحب۔ (فتاوی امام المفتین و رسول رب العالمین، لابن قیم الجوزیة، ص۲۰۷۔۲۰۸، دار ابن حزم، بیروت)

ترجمہ: نشرہ ایک قسم کا سحر ہے جس کا استعمال مسحور (جس کے اوپر سحر ہو) کے علاج میں ہوتا ہے اور اس کے دو اقسام ہیں: پہلا سحر کو سحر سے کاٹنا اور یہ شیطان کا عمل ہے۔ وہ جو اس طرح کا نشرہ اپنے عمل میں لائے یا جس کے لیے لایا جائے دونوں شیطان کے قریب ہو جاتے ہیں جس سے شیطان سحر کے اثرات کو باطل کرتا ہے۔ نشرہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں رقیہ اور تعویذ و دعا اور مباح دوا کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پس یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ کی اس تحریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نشرہ کی دو قسم ہوتی ہیں: ایک جائز اور دوسری ناجائز۔

نشرہ کے استعمال کا طریقہ

امام قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ/ ۱۲۷۳ء) تحریر فرماتے ہیں:

أوّل الصافات، و(قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ)، والمعوذتين. تكتب فی اناء نظيف ثم تغسل ثلاث مرات بماء نظيف ثم يحثو منه الوجع ثلاث حَثَوات ثم يتوضأ منه كوضوئه للصلاة ويتوضأ قبل وضوئه للصلاة حتى يكون على طهر قبل أن يستشفی الله عزوجل؛ يفعل

ذلك ثلاثة أيام۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ بنی اسرائیل، آیۃ ۸۲)

ترجمہ: ایک صاف برتن پر سورۂ اخلاص اور معوذتین دم کرکے اس برتن کو پانی سے بھرا جائے، اس پانی سے وہ شخص وضو کرے جو پہلے سے وضو کی حالت میں ہو، اس پانی سے اپنا سر اور ہاتھ دھوئے، اس پانی کا استعمال غسل یا طہارت کے لیے نہ کرے، لیکن اس پانی کو پیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفا کی دعا کی جائے، یہ عمل تین دن تک کرے۔

سوال: اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں نشرہ کو شیطان کا عمل قرار دیا گیا ہے؟

جواب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن حنبل حدثنا عبد الرزاق حدثنا عقيل بن معقل قال سمعت وهب بن منبه يحدث عن جابر بن عبد الله قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النشرة فقال هو من عمل الشيطان۔ (سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في النشرة، رقم الحديث: ۳۸۶۸، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء)

ترجمہ: وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ تو شیطانی کام ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن عبد البر: وهذه آثار لينة ولها وجوه محتملة، وقد قيل: ان هذا محمول على ما اذا كانت خارجة عما فی كتاب الله وسنة رسوله عليه السلام، وعن المداواة المعروفة۔ والنشرة من جنس الطب فهی غسالة شئ له فضل، فهی كوضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال صلى الله عليه وسلم: "لا بأس بالرُّقى ما لم يكن فيه

ـرك ومن استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل" قلت: قد ذكرنا
ـنص في النشرة مرفوعا وأن ذلك لا يكون الا من كتاب الله
ـليعتمد عليه۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۸)

ترجمہ: حافظ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ
ـر ایسی چیز کو پڑھ کر دَم کیا جائے جو کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج
ـو اور اس میں غیر شرعی کلمات ہوں تو پھر وہ عمل شیطان سے ہے۔ نشرہ ایک طریقے کا
ـلاج (طب ہے) اور غسالہ (دھوون) سے جو نفع ملتا ہے وہ اسی طریقے کا ہے جیسے
ـسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے استعمال کیا ہوا پانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
"دَم" (رقیہ) میں شرک نہ ہو، اس سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ نشرہ جو
ـکتاب اللہ سے ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نظرِ بد سے بچنے کا طریقہ

شیخ ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ/ ۱۳۴۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

في ستر محاسن من يخاف عليه العين بما يردها عنه ومن علاج
ـلك أيضاً والاحتراز منه سترُ محاسن من يخاف عليه العين بما
ـردُّها عنه، كما ذكر البغوي في كتاب ((شرح السُّنَّة)): أن عثمان
ـضي الله عنه رأى صبياً مليحاً، فقال: دَسِّمُوا نُونَتَه، لئلا تُصيبه
ـعين۔ (زادالمعاد لابن القيم الجوزية، ج ٣، ص ١٥٧، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: امام بغوی نے کتاب شرح السنہ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
ـیک خوب صورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا: اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگا دو، تا کہ اسے نظر
ـہ لگ جائے۔

تعویذ

تعویذ سے مراد قرآن شریف ،حدیث شریف یا دوسرے جائز کلمات کو کاغذ یا چمڑے پر لکھ کر شفا کے لیے استعمال کرنا۔

حدیث شریف سے تعویذ کا جواز

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل بن عیاش عن محمد بن اسحق عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل أعوذ بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه وشر عباده ومن همزات الشیطان وأن یحضرون فانها لن تضره قال وکان عبدالله بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صك ثم علقها فی عنقه قال أبو عیسی هذا حدیث حسن غریب۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، ج۵، رقم الحدیث ۳۵۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جاتا ہو تو وہ یہ کہے: أعوذ بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه وشر عباده ومن همزات الشیطان وأن یحضرون ۔ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور ناسمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتاب میں مختلف سند اور متن کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

۱۔ امام بخاری۔ خلق افعال العباد
۲۔ امام ترمذی۔ سنن ترمذی، حدیث ۳۵۲۸
۳۔ امام ابن ابی شیبہ۔ مصنف، حدیث ۳۲۶۱
۴۔ امام ابوداؤد۔ سنن، حدیث ۳۸۹۳
۵۔ امام احمد ابن حنبل۔ مسند، حدیث ۶۸۹۵ (علامہ احمد شاکر نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے)
۶۔ امام حاکم۔ مستدرک، جلد ۱، ص ۵۴۸ (حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس پر جرح نہیں کی)
۷۔ امام بیہقی۔ کتاب الآداب، حدیث ۹۹۳
۸۔ امام بغوی۔ مصابیح السنہ، جلد ۲، ص ۲۱۶
۹۔ امام تبریزی۔ مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۲۳۷۷
۱۰۔ امام منذری۔ الترغیب والترہیب، حدیث ۲۳۸۴
۱۱۔ امام نسائی۔ عمل الیوم واللیلہ، حدیث ۷۶۵
۱۲۔ امام منذری۔ مختصر سنن ابوداؤد، حدیث ۳۷۴۴
۱۳۔ امام رازی۔ تفسیر کبیر، سورہ مومنون، آیت ۹۷
۱۴۔ امام نووی۔ الاذکار
۱۵۔ امام سید محمد آلوسی۔ تفسیر روح المعانی، سورہ مؤمنون آیت ۹۷
۱۶۔ امام ابن کثیر۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷
۱۷۔ امام ذہبی۔ الطب النبوی، ص ۲۸۱
۱۸۔ شیخ ابن قیم جوزیہ۔ زاد المعاد
۱۹۔ قاضی شوکانی۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷
۲۰۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی۔ تفسیر، سورہ مؤمنون آیت ۹۷
۲۱۔ شیخ البانی۔ صحیح سنن ترمذی، حدیث ۲۷۹۳

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کوایک دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں محمد بن اسحٰق موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری نقل فرماتے ہیں:

قال أحمد بن خالد ثنا محمد بن اسماعيل عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال كان الوليد بن الوليد رجل يفزع في منامه وذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اذا اضطجعت فقل بسم الله أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن همزات الشياطين وأن يحضرون فقالها فذهب ذلك عنه وكان عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما من بلغ من بنيه علّمه اياهن ومن كان منهم صغير الايعيها كتبها وعلقها في عنقه۔ (خلق أفعال العباد، ص ۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

ترجمہ: احمد بن خالد روایت کرتے ہیں اسمٰعیل سے جو بیان کرتے ہیں عمرو ابن شعیب سے جو بیان کرتے ہیں اپنے والد سے جو بیان کرتے ہیں اپنے دادا سے ،انہوں نے کہا ولید بن ولید نیند میں ڈر جایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دعا تعلیم فرمائی، جس کے الفاظ یہ ہیں: بسم الله أعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن همزات الشياطين وأن يحضرون۔ اس دعا کے پڑھنے سے ان کا خوف جاتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

جن کے نزدیک تعویذ پہننا شرک ہے، اس حدیث پر غور وفکر کریں کہ اس حدیث کو جلیل القدر فقہا ومحدثین میں سے کسی نے ضعیف نہ کہا اور نہ صرف روایت کی، بلکہ اس کی روشنی میں تعویذ کے جواز کو ثابت کیا۔ کیا ان تمام فقہا اور محدثین کو شریعت کا علم نہ تھا؟ کیا ان لوگوں نے شرک اور ناجائز عمل کو فروغ دیا؟ وہ لوگ جوامت

مسلمہ کو شرک و بدعت کے نام پر تقسیم اور کمزور کر رہے ہیں، ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور من مانے طریقے سے چیزوں کو حرام نہ کہنا چاہیے۔

سنن ترمذی کی حدیث پر علما کی رائے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وهذا أصل تعليق التعويذات التي فيها أسماء الله تعالى۔ (مرقاة المفاتيح لعلي القاري، ج ۵، ص ۳۸۴، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م)

ترجمہ: جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے اسما ہوں ان کو لٹکانے کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔

امام ذہبی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والكلام على الكراهة وعدمها اذا اعتقد أحد أنها تنفع بنفسها أو تضر أو كان فيها ما لا يعرف كما تقدم۔ (الطب النبوي للذهبي، ص ۲۸۱، دار احياء العلوم، بيروت، ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ: اور اس کے مکروہ یا غیرہ مکروہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جب کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ تعویذ بنفسہٖ نفع یا ضرر پہنچاتا ہے، یا اس میں ایسے کلمات ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو۔

شیخ عبدالرحمن مبارک پوری (متوفی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

قال الشيخ عبد الحق الدهلوي في اللمعات: هذا هو السند في ما يعلق في أعناق الصبيان من التعويذات وفيه كلام، وأما تعليق الحرز والتمائم مما كان من رسوم الجاهلية فحرام بلا خلاف انتهى۔ (تحفة الأحوذي لعبد الرحيم المباركفوري، ج ۴، ص ۴۷۳، دار احياء التراث العربي، بيروت، ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ: شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بچوں کے

گلوں میں تعویذ لٹکانے کی دلیل ہے، لیکن رسومِ جاہلیت کے مطابق حرز اور کوڑیوں کو لٹکانا بالاتفاق حرام ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ اس حدیث کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

ولا يخفى مناسبةُ هذه العوذة لعلاج هذا الداء۔ (زاد المعاد لابن القيم الجوزية، ج ۴، ص ۱٦٧، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: اس بیماری (خواب میں ڈرنے) کے لیے اس تعویذ کے علاج کی مناسبت چھپی نہیں ہے۔

تعویذ کے متعلق سلف صالحین کی رائے

(۱) حدثنا ابو بكر قال حدثنا عقبة بن خالد عن شعبة عن أبي عصمة قال: سألت سعيد بن المسيب عن التعويذ فقال: لا بأس اذا كان في اديم۔ (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطب، من رخص في تعليق التعاويذ، ج ۱۲، ص ۴۷، دار قرطبة، بيروت)

ترجمہ: ابو عصمہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے تعویذ کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا جب اس کو گردن میں لٹکا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) حدثنا أبو بكر قال حدثنا ابن نمير عن عبد الملك عن عطاء في الحائض يكون عليها التعويذ، قال: ان كان في أديم فلتنزعه، وان كان في قصبة فان شاءت وضعته وان شائت لم تضعه۔ (ايضاً)

ترجمہ: عطا سے اس حائض عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس پر تعویذ ہو، انہوں نے کہا اگر وہ چمڑے میں ہو تو وہ اس کو اتار لے اور اگر وہ چاندی کی نلکی (یا ڈبیا) میں ہو تو اگر چاہے تو وہ اس کو رکھ دے اور اگر چاہے تو نہ رکھے۔

(۳) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن اسرائيل عن ثوير قال

كان مجاهد يكتب الناس التعويذ فيعلقه عليهم۔ (ایضاً)

ترجمہ: مجاہد عوام الناس کو تعویذ لکھ کر لٹکانے کے لیے دیا کرتے تھے۔

(۴) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عبيدالله عن حسن عن جعفر عن أبيه أنه كان لا يرى بأسا أن يكتب القرآن فى أديم يعلقه۔ (ایضاً)

ترجمہ: ابوجعفر نے قرآن سے تعویذ لکھنے اور لٹکانے کے متعلق کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔

(۵) سنن ترمذی کی حدیث جو پچھلے صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

(٦) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عبدالرحيم بن سليمان عن اسماعيل بن مسلم عن ابن سيرين أنه كان لا يرى بأسا بالشيء من القرآن۔

ابن سیرین نے قرآن سے (تعویذ) لکھنے اور لٹکانے میں کوئی قباحت نہیں پائی۔

(٧) حدثنا أبوبكر قال حدثنا عفان قال حدثنا وهيب قال حدثنا أيوب أنه رأى فى عضد عبيدالله بن عبدالله بن عمر خيطا۔

ترجمہ: حضرت ایوب نے فرمایا کہ انہوں نے دیکھا کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اپنے ہاتھ پر دھاگا باندھا ہوا تھا۔

(٨) حدثنا أبوبكر قال حدثنا يحيى بن آدم قال حدثنا حسن عن ليث عن عطاء قال: لا بأس أن يعلق القرآن۔

ترجمہ: حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن لکھ کر باندھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(٩) حدثنا أبوبكر قال حدثنا يحيى بن آدم عن أبان بن ثعلب عن يونس بن خباب قال: سألت أبا جعفر عن التعويذ يعلق على الصبيان، فرخص فيه۔

ترجمہ: حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ سے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کا متعلق کسی نے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) حدثنا أبوبكر قال حدثنا اسحاق الأزرق عن جويبر عن الضحاك لم يكن يرى بأسا أن يعلق الرجل الشئ من كتاب الله اذا وضعه عند الغسل وعند الغائط۔ (المصنف لابن أبئ شيبة، كتاب الطب، باب من رخص فی تعليق التعاويذ، ج ۱۲، ص ۷۴، دار قرطبة، بيروت)

ترجمہ: جویبر بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب اللہ سے لکھ کر تعویذ لٹکائے اور غسل اور بیت الخلا کے وقت اس کو اُتار دے تو تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تعویذ کے متعلق ائمہ کی رائے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن عبد البر تحریر فرماتے ہیں:

وقد قال مالك رحمه الله لا بأس بتعليق الكتب التی فيها أسماء الله عزوجل علی أعناق المرضی علی وجه التبرك بها اذا لم يرد معلقها بتعليقها مدافعة العين وهذا معناه قبل أن ينزل به شئ من العين ولو نزل به شئ من العين جاز الرقی عند مالك۔ (التمهيد لابن عبد البر، ج ۱۷، ص ۱۶۱، مؤسسة القرطبه، وزارة الأوقاف، المغرب)

ترجمہ: امام مالک نے کہا جب تعویذ لٹکانے سے یہ ارادہ نہ ہو کہ اس سے نظر نہیں لگے گی یا کوئی بیماری نہیں ہوگی تو تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ کسی بھی تندرست آدمی کے گلے میں تعویذ لٹکانا جائز نہیں ہے، اور کسی مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جب کہ اس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کے اسما لکھے ہوئے ہوں اور اس توقع پر تعویذ لٹکایا جائے کہ اس سے مصیبت ٹل جائے گی اور شفا حاصل ہوگی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقد يستدل للاباحة بحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده۔ (المجموع شرح المهذب للنووی: ج ۲، ص ۸۸، دار الفكر، بيروت ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷م)

عمر بن شعیب کی اس حدیث سے تعویذ کے جواز کی دلیل ملتی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

هذا كله فی تعليق التمائم وغيرها مما ليس فيه قرآن ونحوه، فأما فيه ذكر الله فلا نهی فيه فانه انما يجعل للتبرك به والتعوذ بأسمائه وذكره، وكذلك لا نهی عما يعلق لأجل الزينة مالم يبلغ الخيلاء أوالسرف۔ (فتح الباری شرح صحيح البخاری للحافظ ابن حجر، ج ۶، ص ۱۴۲، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: وہ تمائم جس میں قرآن اور ذکر اللہ کے الفاظ ہوں، ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ تبرک کے مانند ہے اور ان تعویذ میں اللہ کا نام اور ذکر ہوتا ہے۔

امام احمد دردیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

(و) تجوز (التميمة) أی الورقة المشمولة (بشیئ من ذلك) المذكور من أسمائه تعالى والقرآن لمريض و صحيح وحائض ونفساء وبهيمة بعد جعلها فيما يقيها۔ (الشرح الصغير للدردير ومعه حاشية الصاوی، ج ۴، ص ۷۶۸، دار المعارف۔القاهرة، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶م)

ترجمہ: وہ تمائم (تعویذ) جس میں اللہ کے نام اور قرآن کے الفاظ ہوں، ان کا استعمال مریض، تندرست، حائض اور جانوروں کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ بشرط یہ کہ وہ کسی حفاظت کرنے والی چیز میں بند ہو۔

ناپاکی کی حالت میں تعویذ کا استعمال

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وسئل سعيد بن المسيب عن الصحف الصغار يكتب فيه القرآن، فيعلق على النساء والصبيان؟ فقال: لا بأس بذلك اذا جعل فی کير من ورق، أو حديد، أو يخرز عليه۔ (شرح السنة، البغوى، ج ۱۲، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، المكتب الاسلامى، بيروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کے گلوں میں ایسے تعویذ لٹکائے جائیں جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا جب وہ تعویذ چمڑے میں منڈھا ہوا ہو یا لوہے کی ڈبیہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

قال مالك "لا بأس بما يعلق على النساء الحيض والصبيان من القرآن اذا جعل فی کن كقصبة حديد أو جلد يحرز عليه"۔ (المجموع شرح المهذب للنووى: ج ۲، ص ۸۸، دار الفكر، بيروت ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷م)

ترجمہ: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ حائضہ عورتوں یا بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکایا جائے۔ بشرطیکہ تعویذ کسی لوہے یا چمڑے میں بند ہو۔

امام سید ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) کی رائے

الجواز عمل الناس اليوم وبه وردت الآثار ولا بأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة۔ (ردالمحتار لابن عابدين، ج ۹، ص ۵۲۳، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴م)

ترجمہ: لوگوں کے اعمال اس کے جواز پر ہے کہ جنبی یا حائضہ کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہو اور وہ کسی چیز میں لپٹا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء) لکھتے ہیں کہ:

وفى الهندية لا بأس بتعليق التعويذ ولكن ينزع عند الخلاء والقربان اه غرائب اذا أرادت المرأء أن تصنع التعويذ ليحبها

زوجها بعد ما كان ببغضها ذكر فی الجامع الاصفر أن ذلك حرام لا يحل۔ (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، ج ۴، ص ۱۸۲، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م)

ترجمہ: ہندیہ میں مذکور ہے کہ تعویذ لٹکانا جائز ہے لیکن بیت الخلا جاتے وقت یا عملِ زوجیت کے وقت تعویذ اُتار لینا چاہیے۔

نوٹ: یہ اس صورت پر محمل ہے جب تعویذ کپڑے یا چمڑے میں سلا ہوا نہ ہو یا کسی دھات کی ڈبیا میں بند نہ ہوں۔

بخار کی تعویذ۔ امام احمد بن حنبل کا تجربہ

شیخ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

قال المروزی بلغ أبا عبد الله أنی حممت، فكتب لی من الحمی رقعة فيها بسم الله الرحمن الرحيم، بسم الله، وبالله، محمد رسول الله، (قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيْمَ۔ وَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِيْنَ۔ (الانبياء: ۶۹۔۷۰) اللّٰهم رب جبرائيلَ، وميكائيلَ، و اسرافيلَ، اشفِ صاحبَ الكتاب بحولك وقوتك وجبروتك، اله الحق آمين۔ (زاد المعاد لابن القيم الجوزية، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الكفر بيروت)

ترجمہ: ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) کو یہ خبر پہنچی کہ مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے مجھے بخار کے لیے ایک کاغذ لکھ کر بھیجا جس میں یہ لکھا ہوا تھا: بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله وبالله، محمد رسول الله قلنا يانار كونی بردا وسلاما علیٰ ابراهيم۔ ارادوا به كيدا فجعلناهم الاخسرين۔ (الانبياء ۶۹۔۷۰) اللهم رب جبرائيل وميكائيل واسرافيل، اشف صاحب

هذا الكتاب بحولك وقوتك وجبروتك له الحق وامين۔

شیخ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

قال المروزی: وقرأ علی أبی عبدالله وأنا أسمعُ؟ أبو المنذر عمرو بن مجمع، حدثنا یونس بن حبان، قال سألت أبا جعفر محمد بن علی، أن اعلق التعویذ، فقال: ان کان من کتاب الله أو کلام عن نبی الله فعلقه واستشفِ به ما استطعت۔ قلتُ: أکتب هذه من حمی الربع: باسم الله، وبالله۔ ومحمد رسول الله ۔۔۔ الی آخره؟ قال: أی نعم۔ وذکر أحمد عن عائشة رضی الله عنها وغیرها، أنهم سهلوا فی ذلك۔ قال حربٌ: ولم یشدد فیه أحمد بن حنبل۔ قال أحمد: وکان ابن مسعود یکرهه کراهة شدیدة جدّا: وقال أحمد وقد سئل عن التمائم تعلق بعد نزول البلاء؟ قال: أرجو أن لا یکون به بأس الخلال: وحدثنا عبدالله بن أحمد قال: رأیت أبی یکتب التعویذ للذی یفزع، وللحمی بعد وقوع البلاء۔ (زاد المعاد لابن القیم الجوازیة، ج۴، ص ۲۹۱، دارالکفر، بیروت)

ترجمہ: مروزی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ یونس بن حبان نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ آیا میں تعویذ لٹکاؤں؟ انہوں نے کہا اگر وہ تعویذ اللہ کی کتاب سے ہو یا اللہ کے نبی کے کلام سے ہوتو اس کو لٹکالو، اور حسبِ استطاعت اس سے شفا طلب کرو۔ میں نے کہا میں بخار کا تعویذ اس طرح لکھتا ہوں: باسم اللہ وباللہ ومحمد رسول اللہ الخ۔ انہوں نے کہا درست ہے۔ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس معاملے میں نرمی کی ہے۔

حرب نے کہا امام احمد بن حنبل نے اس معاملے میں سختی نہیں کی۔ امام احمد نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بہت سختی کرتے تھے اور ان سے ان تعویذات

کے متعلق سوال کیا گیا جو مصائب نازل ہونے کے بعد لٹکائے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

خلال نے کہا ہم سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو مصائب نازل ہونے کے بعد ان لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ڈر جاتے تھے اور جن کو بخار چڑھ جاتا تھا۔

وضع حمل کی تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

ویذکر عن عکرمة، عن ابن عباس قال: مرَّ عیسی صلی اللہ علی نبینا وعلیه وسلم علی بقرة قد اعترض ولدها فی بطنها، فقالت: یا کلمة اللہ، ادع اللہ لی أن یخلصنی مما أنا فیه۔ فقال: یا خالق النفس من النفس ویا مخلص النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس، خَلِّصْهَا، قال: فرمت بولدها، فاذا هی قائمة تشمه۔ قال: فاذا عسر علی المرأة ولدها، فاکتبه لها۔ وکل ما تقدم من الرقی، فان کتابته نافعة۔ (زاد المعاد لابن القیم الجوزیة، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ایک گائے کے پاس سے گزر ہوا، اس کے پیٹ میں اس کا بچہ پھنسا ہوا تھا (وضع حمل میں مشکل ہو رہی تھی) اس گائے نے حضرت عیسیٰ سے کہا: اے کلمۃ اللہ! اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے جس میں، میں مبتلا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: یا خالق النفس من النفس، ویا مخلص النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس خلصها۔ تو اس گائے نے بچہ جن دیا، اور وہ کھڑی ہوئی اس بچے کو سونگھ رہی تھی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا پس جب کسی عورت کو وضع حمل میں دشواری ہو تو اس کو یہ کلمات لکھ دو۔ خلال

نے کہا اسی طرح اس سے پہلے جن کلمات کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا لکھنا بھی فائدہ مند ہے۔

نکسیر کے متعلق تعویذ۔ (شیخ ابن تیمیہ کا تجربہ)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

كتاب للرعاف: كان شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله يكتب على جبهته: (وقيل يا أرض ابلعي ماء ك، وياسماء أقلعي وغيض الماء وقضى الأمر۔ [هود:44] وسمعته يقول: كتبتها لغير واحد فبرأ. فقال: ولا يجوز كتابتها بدم الراعف، كما يفعله الجهال، فان الدم نجس، فلا يجوز أن يكتب به كلام الله تعالى۔ (زاد المعاد لابن القيم الجوزية، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اپنی پیشانی پر لکھتے تھے، وقيل يا ارض ابلعي ماء ك ويا سماء اقلعي وغيض الماء وقضى الامر۔ (ھود: ۴۴) اور میں نے ابن تیمیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے متعدد لوگوں کو یہ آیت لکھ کر دی اور وہ تندرست ہو گئے اور انہوں نے کہا اس آیت کو نکسیر کی خون سے لکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ جہلا کرتے ہیں کیوں کہ خون نجس ہے پس اس سے اللہ کے کلام کو لکھنا جائز نہیں ہے۔

دل یا سینے میں درد کے لیے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

كتاب آخر له: عند اصفرار الشمس يكتب عليه: (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمة ويجعل لكم نوراً تمشون به، ويغفر لكم والله غفور رحيم۔ [الحديد: ۲۸]

زادالمعاد لابن القیم الجوزیۃ، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: یہ تعویذ اس وقت لکھا جائے جب سورج زرد ہو جائے، اس میں یہ لکھا جائے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ (الحدید:۲۸)

ترجمہ: کسی بھی صحیح حدیث سے ان آیات مبارکہ کو سورج کے زرد ہونے پر لکھنا ثابت نہیں ہے۔ یہ شیخ ابن قیم کا اپنا تجربہ ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے تجربے سے خاص وقت پر تعویذ لکھنے کے عمل کی تعلیم فرمائی ہے۔

داڑھ کے درد کے لیے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب لوجع الضرس: یکتب علی الخد الذی یلی الوجع: بسم الله الرحمن الرحیم: قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (الملک:۲۳)

ترجمہ: جس جگہ درد ہے اس کے بالمقابل رخسار پر لکھے: بسم الله الرحمن الرحیم، قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۲۳ (الملک:۲۳) اگر چاہے تو یہ لکھے: وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (الانعام:۱۳)

میعادی بخار کے لیے تعویذ۔ (شیخ ابن قیم کا تجربہ)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب آخر للحمی المثلثة: یکتب علی ثلاث ورقات لطاف: بسم الله فرت بسم الله مرت بسم الله قلت، ویاخذ کل یوم ورقة، ویجعلها فی فمه، ویبتلعها بماء۔ (زادالمعاد لابن القیم الجوزیۃ، ج ۴، ص ۲۹۱،

دار الفکر،بیروت)

ترجمہ: تین باریک کاغذوں پر لکھا جائے: بسم اللہ فرت، بسم اللہ مرت،بسم اللہ قلت، اور ہر روز ایک کاغذ منہ میں رکھ کر نگل لے۔

اس تعویذ کے الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔چوں کہ مدد اللہ سے طلب کی گئی ہے۔اس لیے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرق النساء کے لیے تعویذ

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

كتاب آخر لعرق النسا: بسم الله الرحمن الرحيم، اللهم رب كل شئ، ومليك كل شئ، وخالق كل شئ، أنت خلقتني، وأنت خلقت النّساء، فلا تسلطه على بأذى، ولا تسلطني عليه بقطع، واشفني شفاء لا يغادر سقماً، لا شافى الا انت۔ (زاد المعاد لابن القيم الجوزية، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر،بیروت)

ترجمہ: اس تعویذ کے الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔چوں کہ مدد اللہ سے طلب کی گئی ہے۔اس لیے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

غیر عربی زبان میں تعویذ

گذشتہ صفحات میں ہم غیر عربی زبان میں ''دَم'' کرنے کے جواز پر گفتگو کر چکے ہیں۔ہم نے طبرانی شریف کی حدیث میں غیر عربی زبان میں رقیہ (دَم) کے استعمال کو دیکھا اور مسلم شریف کی صحیح حدیث میں دورِ جاہلیت میں استعمال کیے جانے والے رقیہ (دَم) کے استعمال کا بھی مطالعہ کیا۔علما نے تحریر فرمایا کہ غیر عربی زبان میں ''دَم'' اس وقت جائز ہے کہ اس میں شرک، کفر یا جادو کے الفاظ نہ ہوں۔

یہی قانون تعویذ کے لیے بھی ہے۔شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

غیر عربی زبان میں تعویذ دیا کرتے تھے جیسا کے ان کی ملفوظات میں درج ہے۔

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، صفحہ ۱۲۴، پاکستان ایجوکیشن پبلیشرز، کراچی، ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء)

ہندوستان کے غیر مقلد علما جن میں نظیر حسین دہلوی اور تصدیق حسن خاں بھوپالی شامل ہیں، ان حضرات نے حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، پھر بھی شاہ صاحب کی تعلیمات کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعویذ کو دھو کر پینا

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وروی عن عائشة أنها كانت لا ترى بأسا أن يعوذ فی الماء، ثم يعالج به المريض، قال مجاهد: لا بأس أن يكتب القرآن ويغسله، ويسقيه المريض، ومثله عن أبی قلابة، وكرهه النخعی، وابن سيرين۔ وروی عن ابن عباس أنه أمر أن يكتب لامرأة تعسر عليها ولادتها، آيتين من القرآن وكلمات، ثم يغسل وتسقى، وقال أيوب: رأيت أبا قلابة كتب كتابا من القرآن، ثم غسله بماء، وسقاه رجلا كان به وجع، يعنی: الجنون۔ (شرح السنة للامام البغوی: المكتب الاسلامی، بيروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ تعویذ کے کلمات پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے پھر اس کے ساتھ مریض کا علاج کیا جائے۔ مجاہد نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات لکھ کر ان کو دھو لیا جائے اور اس کا غسالہ (دھوون) مریض کو پلا دیا جائے۔ اس کی مثل ابو قلابہ سے مروی ہے اور نخعی اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ قرار دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ ایک عورت کو وضع حمل میں مشکل پیش آ رہی تھی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کچھ آیتیں اور کچھ کلماتِ طیبات لکھ کر انہیں دھو کر اس کا غسالہ (دھوون) اس عورت کو پلایا جائے۔ ایوب نے کہا میں نے ابو قلابہ کو دیکھا انہوں نے قرآن مجید کی کچھ آیتیں لکھیں پھر ان کو پانی سے دھویا اور اس شخص کو پلا دیا جس کو جنون تھا۔

(۲) شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ویجوز أن یکتب للمصاب وغیرہ من المرضی شیئاً من کتاب الله وذکرہ بالمداد المباح ویغسل ویسقی، کما نص علی ذلك أحمد وغیرہ. قال عبدالله بن أحمد: قرأت علی أبِي ثنا یعلی بن عبید، ثنا سفیان، عن محمد بن أبي لیلی، عن الحکم، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: اذا عسر علی المرأۃ ولادتها فلیکتب: بسم الله لا اله الا الله الحلیم الکریم، سبحان الله رب العرش العظیم، الحمد لله رب العالمین [کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها] (النازعات: 46) [فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم کانهم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل یهلك الا القوم الفاسقون] (الا حقاف:35) قال أبي: ثنا أسود بن عامر باسنادہ بمعناہ، وقال: یکتب فی اناء نظیف فیسقی قال أبي: وزاد فیه وکیع: فتسقی وینضح مادون سرتها، قال عبدالله: رأیت أبي یکتب للمرأۃ فی جام أوشیء نظیف۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیة، ج ۱۹، ص ۳۶، دار الوفاء، مصر ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵م)

ترجمہ: مریض کے لیے کتاب اللہ یا ذکر اللہ سے کچھ لکھ کر اس غسالہ (دھوون) پلانا مباح ہے جیسا کہ امام احمد اور دوسروں نے فرمایا۔ عبداللہ بن امام احمد نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضع حمل میں تکلیف کے وقت یہ دعا لکھ کر مریض

کو پلانا چاہیے۔ بسم الله لا اله الا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين۔

اور وکیع کی روایت میں یہ ہے کہ پلانا چاہیے اور بدن پر چھڑکنا چاہے۔ عبداللہ (امام احمد بن حنبل کے فرزند) نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو ایک مریض عورت کے لیے صاف برتن پر تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

(۱) صاف برتن پر تعویذ لکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲) تعویذ کسی پاکیزہ یا حلال اشیا سے لکھی جا سکتی ہے۔

(۳) تعویذ کا دھوون نہ صرف مریض کو پلایا جا سکتا ہے بلکہ اس دھوون کو مریض کے جسم پر بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

وقال أبو عمرو محمد بن أحمد بن حمدان الحِيرى: أنا الحسن بن سفيان النَّسَوى، حدثنى عبدالله بن أحمد بن شبويه، ثنا على بن الحسن بن شقيق، ثنا عبدالله بن المبارك، عن سفيان، عن ابن أبي ليلى، عن الحكم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: اذا عسر على المرأة ولادها فليكتب: بسم الله لا إِلهُ الا الله العلى العظيم لا اله الا الله الحليم الكريم، سبحان الله وتعالى رب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين۔ [كانهم يوم يرونها لم يلبثوا الا عشية او ضحاها] (النازعات:۴۶)

فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لهم كانهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون]۔ (الأحقاف:۳۵)

قال علی: یکتب فی کاغدۃ [کاغدۃ: الکاغد: القرطاس، مُعَرَّب] فیعلق علی عضد المراۃ، قال علی: وقد جربناہ فلم نر شیئًا أعجب منہ، فاذا وضعت تحلہ سریعاً، ثم تجعلہ فی خرقۃ أو تحرقہ۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ، ج ۱۹، ص ۳۷، دار الوفاء، مصر ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵م)

ترجمہ: شیخ ابن تیمیہ ایک دوسری سند سے فرماتے ہیں کہ علی ابن حسن (راوی) کے بھتیجے نے کہا کہ ان کلمات کو لکھ کر حاملہ عورت کے بازو پر باندھنا چاہیے۔ علی نے کہا کہ ہم نے ایسا کیا اور اس تعویذ کا اثر دیکھا۔ وضع حمل کے بعد تعویذ کو فوراً جلا دیا یا دفنا دیا۔

شیخ ابن تیمیہ کی اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ ان کے نزدیک تعویذ باندھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

ورخص جماعۃ من السلف فی کتابۃ بعض القرآن وشربہ، وجعل ذلک من الشفاء الذی جعل اللہ فیہ۔ (زاد المعاد لابن القیم الجوزیۃ، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: متقدمین کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی آیات کو لکھنے اور ان کے غسالہ (دھوون) کو پینے کی بھی اجازت دی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شفا میں سے شمار کیا ہے۔

وضع حمل کا ایک اور تعویذ۔ (زعفران کا استعمال)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

قال الخلال: حدثنی عبداللہ بن أحمد قال: رأیت أبی یکتب المرأۃ اذا عسر علیھا ولادتھا فی جام أبیض، أو شئ نظیف، یکتب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العالمین: [کانھم یوم

یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نھار بلاغ] (الاحقاف: ۳۵)
[کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحاھا] (النازعات: ۴۶)

ترجمہ: خلال بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن (امام) احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد (امام احمد) کو اس عورت کے لیے تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا جس کو وضع حمل میں تنگی اور مشکل پیش آتی ہو۔ وہ یہ تعویذ سفید پیالے میں یا کسی صاف چیز پر لکھتے تھے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لکھتے ہیں: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العلمین (کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نھار بلاغ) (الاحقاف: ۳۵) (کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیة او ضحاھا) (النازعات: ۴۶)

خلال نے کہا کہ ہم سے ابوبکر المروزی نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ (امام احمد) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابوعبداللہ! کیا آپ اس عورت کے لیے تعویذ لکھ دیں گے جس کو دو روز سے وضع حمل میں مشکل پیش آرہی ہے۔ فرمایا: اس سے کہو کہ وہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر آئے اور میں نے دیکھا کہ وہ متعدد لوگوں کے لیے تعویذ لکھتے تھے۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تعویذ لکھنے میں زعفران کا استعمال کیا کرتے تھے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

کتاب آخر لذلك: یکتب فی اناء نظیف: [اذا السماء انشقت وأذنت لربھا وحقت واذا الأرض مدت وألقت ما فیھا وتخلت]۔ (الانشقاق: ۱۔۴) وتشرب منه الحامل، ویرش علی بطنھا۔ (زاد المعاد لابن القیم الجوزیة، ج ۴، ص ۲۹۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اس سلسلے میں ایک اور لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ صاف برتن میں لکھا جائے:

اذا السماء انشقت۔ واذنت لربها وحقت، واذا الارض مدت، والقت ما فیها وتخلت۔ (الانشقاق: ۴-۱) حاملہ عورت کو اس برتن سے پانی پلایا جائے اور اس پانی کو اس کے پیٹ پر چھڑکا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث کو امام ذہبی نے بھی نقل کیا ہے۔ (الطب النبوی للذہبی، ص ۲۸۱، دار احیاء العلوم، بیروت، ۱۴۰۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں:

اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی وہ اپنی ذاتِ کریمہ پر معوذات پڑھ کر دَم کرتے تھے۔ جب زیادہ بیمار ہو گئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ پر دَم کرتی تھی۔ اور حضور کے دستِ اقدس کی برکت کے باعث اس کو حضور کے بدن شریف پر پھیرتی تھی۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال عیاض وفائدة التفل التبرك بتلك الرطوبة والهواء والتفث للمباشر للرقية المقارن للذكر الحسن كما يتبرك بغسالة ما يكتب من الذكر والأسماء وقال النووي أيضا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۲، ص ۳۷۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: قاضی عیاض نے کہا کہ "دَم" کرنے سے یہاں اس ہوا سے تبرک حاصل کرنا ہے، جس میں ذکر اللہ شامل ہو۔ جس طرح تعویذ کے غسالہ (دھوون) کے پانی سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ اور امام نووی نے یہی فرمایا۔

اس سے واضح ہوا کہ امام قاضی عیاض مالکی، امام نووی شافعی اور امام ابن حجر عسقلانی شافعی کے نزدیک تعویذ کو دھو کر اس کے دھوون کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دریائے نیل کا واقعہ

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بؤ دنہ مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی گیارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو۔ اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالارِ اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ اس سے باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے۔ لوگ تنگ آکر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں، یہاں کی بود و باش ترک کر دیں۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربارِ خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا، اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ

فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فاذا فيها من عبد الله عمر أمير المومنين الى نيل أهل مصر، أما بعد: فان كنت انما تجرى من

قبلك ومن أمرك فلا تجر فلا حاجة لنا فيك، وان كنت انما تجرى بأمر الله والواحد القهار، وهو الذى يجريك فنسأل الله تعالى أن يجريك۔

یہ خط ہے خدا تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہلِ مصر کے دریائے نیل کی طرف بعد حمد وصلوٰۃ کے، مطلب یہ ہے کہ اگر تُو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد وقہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کردے۔

یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ السجدۃ، الایۃ ۲۷، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، ج ۷، ص ۹۸، دار عالم الکتب بالریاض، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

اس واقعے سے یہ ثابت ہوا کہ کاغذ پر لکھی ہوئی قرآن شریف کی عبارت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول دعا کا درجہ ہے۔

تمیمہ

تمیمہ کا معنی: امام ابن اسیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۰۱ء) تمیمہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

التمائم: التعاويذ والحروز، وعقدها تعليقها على الانسان۔

(جامع الأصول فی أحادیث الرسول لابن الأثیر، ج ۴، ص ۷۳۳، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: تمائم کا معنی ہے تعاویذ اور خرز (ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیاں اور کوڑیاں) اور ان کے عقد کا معنی ہے ان کو گلے میں لٹکانا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التمائم: جمع التميمة، وهی خرزات كانت العرب تعلقها على أولادهم يتقون بها العين بزعمهم، فأبطلها وروى أن النبی (صلى الله عليه وسلم) قطع التميمة من عنق الفضل بن عباس۔۔۔ الشرع)

(شرح السنة للبغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸-۱۵۹، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: تمائم جمع تمیمہ ان سیپیوں یا کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی۔ شریعت نے اس کو باطل قرار دیا۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کے گلے سے تمیمہ کو کاٹ دیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

التميمة يقال انها خرزة كانوا يتعلقونها يرون انها تدفع عنهم الآفات ويقال قلادة تعلق فيها العوذ۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی، ج ۹، ص ۳۵۰، مکتبة دار الباز، مکة المرمة، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ: تمیمہ ان سیپیوں اور کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو (زمانہ جاہلیت میں عرب) گلوں میں لٹکاتے تھے، اوران کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے مصائب دور ہوتے ہیں اور جو تعویذ لٹکائے جاتے ہیں ان کو بھی تمیمہ کہتے ہیں۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفی الشلبی عن ابن الأثیر التمائم جمع تمیمة وھی خرزات کانت العرب تعلقھا علی أولادھم یتقون بھا العین فی زعمھم فأبطلھا الاسلام۔ (ردالمحتار لابن عابدین شامی، ج ۹، ص ۵۲۳، دارلکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴م)

ترجمہ: شلبی میں ابن اثیر سے منقول ہے کہ تمائم، تمیمہ کی جمع ہے اور یہ وہ سیپیاں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔ اس سے وہ اپنے زعم میں ان کو نظرِ بد سے بچاتے تھے۔ اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

(والتمائم) جمع التمیمة وھی التعویذة التی لا یکون فیھا أسماء اللہ تعالی وآیاته المتلوة والدعوات المأثورة تعلق علی الصبی قال فی النھایة: التمائم جمع تمیمة وھی خرزات کانت العرب تعلھا علی أولادھم یتقون بھا العین فی زعمھم بأبطلھا الاسلام۔ (عون المعبود لشمس الحق العظیم آبادی، رقم الحدیث ۳۸۸۳، دار الفکر، بیروت، ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء)

ترجمہ: تمائم جمع تمیمہ، ان تعویذات کو کہتے ہیں جن میں اللہ کا نام نہ ہو نہ قرآن کی آیت، نہ ذکر یا دُعا کے الفاظ ہوں اور ان کو بچوں کے گلے میں لٹکایا جائے۔ نہایہ میں مذکور ہے کہ تمیمہ ان سیپیوں یا کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی۔ شریعت نے اس کو باطل قرار دیا۔

امام طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

وعقد التمائم ای تعلیق التعاویذ الخز۔ (مجمع بحار الانوار لمحمد بن طاهر الفتنی، ج ۱، ص ۲۷۴، دار الایمان، المدینة المنورة)

ترجمہ: عقد التمائم کا معنی ہے ڈوری میں پروئی ہوئی سیپیوں اور کوڑیوں کو اور تعویذوں کو گلے میں لٹکانا۔

قرآن کی آیات کو تمائم نہیں کہا جا سکتا

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقال عطاء: لا یعد من التمائم ما یکتب من القرآن۔ (شرح السنة للبغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸۔ ۱۵۹، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: عطا نے کہا جو تعویذ قرآن مجید سے لکھی جائے اس کو تمائم شمار نہیں کیا جائے گا۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقیل هی الخرزة التی تعلقها الجاهلیة وفی المغرب وبعضهم یتوهم أن المعاذات هی التمائم ولیس کذلك انما التمیمة الخرزة ولا بأس بالمعاذات اذا کتب فیها القرآن أو أسماء الله تعالی ویقال رقاه الراقی رقیا ورقیة اذا عوذه ونفث فی عوذته۔ (رد المحتار لابن عابدین، ج ۹، ص ۵۲۳، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

ترجمہ: تمیمہ وہ کوڑیاں ہیں جن کو زمانۂ جاہلیت میں گلے میں لٹکاتے تھے، اور مغرب میں مذکور ہے کہ تعویذات ہی تمائم ہیں، اس طرح نہیں ہے۔ تمیمہ صرف کوڑیاں ہیں، اور تعویذات میں جب قرآن مجید یا اللہ تعالیٰ کے اسما لکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کوڑیوں اور سیپیوں کو تمائم کہتے ہیں۔ کاغذ، چمڑا اور دیگر چیزیں جن پر قرآن شریف کی آیت لکھی ہو اس کو تعویذ کہتے ہیں۔

بعض تحریروں میں یہ عبارت بھی پائی جاتی ہے کہ "وہ تمائم جن میں قرآنی آیات ہوں جائز ہے۔" غور طلب ہے کہ یہاں پر تعویذ ہی مراد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

وقال أحمد وقد سئل عن التمائم تُعَلَّق بعد نزول البلاء؟ قال: أرجو أن لا يكون به بأس۔ (زاد المعاد لابن القیم الجوزیۃ، ج ۴، ص ۲۹۱، دار لفکر، بیروت)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مصیبت نازل ہونے کے بعد تمائم لٹکانے کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہاں امام احمد بن حنبل کی مراد قرآنی آیات ہیں نہ کہ سیپیاں یا کوڑیاں۔

مصیبت نازل ہونے سے پہلے تعویذ پہننا

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ

وقالت عائشة: ليس التميمة ما يعلق بعد نزول البلاء، ولكن التميمة ما علق قبل نزول البلاء ليدفع به مقادير الله۔ (شرح السنۃ للبغوی، ج ۱۲، ص ۱۵۸۔۱۵۹، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مصیبت نازل ہونے کے بعد جو تعویذ گلے میں لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں ہے، لیکن تمیمہ وہ ہے جو مصیبت نازل ہونے سے پہلے لٹکایا جائے، تا کہ اس سے اللہ کی تقدیر کو رَد کیا جائے۔

نوٹ: امام بیہقی نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا هارون بن سليمان ثنا عبد الرحمن بن مهدى عن عبد الله بن المبارك عن طلحة بن أبي سعيد عن بكير بن عبد الله بن الأشج عن القاسم بن محمد عن عائشة رضى الله عنها قالت ليس التميمة ما يعلق قبل البلاء انما التميمة ما يعلق بعد البلاء ليدفع المقادير۔

سوال (۱): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں نبی ﷺ نے تمائم کو شرک فرمایا ہے؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، جس کا ذکر ہم رقیہ کے باب میں کر چکے ہیں۔ اس حدیث میں تمائم (سیپیاں، کوڑیاں) کی ممانعت ہے نہ کہ تعویذ کی۔

سوال (۲): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور ﷺ نے گلے میں کچھ بھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا رویفع لعل الحیاة ستطول بك بعدی فأخبر الناس أنه من عقد لحیته أو تقلد وترا أو استنجی برجیع دابة أو عظم فان محمدا صلی الله علیه وسلم منه بریٔ۔ (سنن أبی داود، کتاب الطهارة، باب ماینهی عنه أن یستنجی به)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے رویفع! شاید تمہاری عمر دراز ہو اور میرے بعد بھی زندہ ہو تو لوگوں کو بتا دینا کہ جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی یا گلے میں کچھ لٹکایا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد (ﷺ) اس سے بیزار ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهذا کله تحذیر مما کان أهل الجاهلیة یصنعونه من تعلیق التمائم والقلائد، ویظنون أنها تقیهم وتصرف عنهم البلاء، وذلك لایصرفه الا الله عزوجل، وهو المعافی والمبتلی، لاشریك له، فنهاهم رسول الله صلی الله علیه وسلم عما کانوا یصنعون من ذلك فی جاهلیتهم۔ وعن عائشة قالت: ما تعلق بعد نزول البلاء فلیس من التمائم۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورة بنی اسرائیل، آیة ۸۲)

ترجمہ: ان تمام کی ممانعت دورِ جاہلیت کی وجہ سے تھی، جب لوگ تمائم اور قلائد

اس عقیدے سے پہنتے تھے کہ یہ مصیبت کو دور کرے گا۔ جب کہ حق یہ ہے کہ صرف اللہ ہی حفاظت فرماتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مصیبت نازل ہونے کے بعد جو تعویذ لٹکایا جائے وہ تمیمہ نہیں ہے۔

سوال (۳): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کے گلے سے دھاگا نکال کر فرمایا کہ یہ سب شرک ہے؟

جواب: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

عن زینب، امراۃ عبداللہ بن مسعود: ان عبداللہ رأی فی عُنقی خیطاً، فقال: ما ھذا؟ قلتُ: خیطٌ رُقی لی فیہ، قالت: فأخذہ ثم قطعہ، ثم قال: أنتم آل عبداللہ لأغنیاء عن الشرك۔ (رواہ ابن حبان والحاکم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دَم کرنا، تمائم (تعویذ لٹکانا) اور تولہ (بیوی سے خاوند کی محبت کا جادو) شرک ہیں۔ حضرت عبداللہ کی بیوی نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں، خدا کی قسم! میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ میری آنکھ پر دم کرتا تھا اور جب وہ مجھ پر دَم کرتا تھا تو مجھے آرام آجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا یہ شیطان کا عمل تھا، وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ میں چبھوتا تھا اور جب وہ یہودی دَم کرتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ کو ہٹالیتا تھا۔ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم اس طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الاشفاء ك لایغادر سقما۔

ترجمہ: اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے، شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کسی کی شفا نہیں ہے جو بیماری کو باقی رہنے نہیں دیتی۔

امام بیہقی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والكراهية فيمن تعلقها وهو يرى تمام العافية وزوال العلة منها على ما كان أهل الجاهلية يصنعون فاما من تعلقها متبركا بذكر الله تعالى فيها وهو يعلم أن لا كاشف الا الله ولا دافع عنه سواه فلا بأس بها ان شاء الله۔ (سنن الكبرى للبيهقى، ج۹، ص ۳۵۰، مكتبة دار لباز، مكة المكرمة، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ: اس قسم کی احادیث میں ان تمائم (تعویذات) کو شرک فرمایا جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا۔ جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:

والذى روى عن ابن مسعود، مرفوعا، "ان الرقى والتمائم والتوله شرك" فانما أرادوا، والله أعلم، ما كان من الرقى والتمائم بغير لسان العربية مما لا يدرى۔ (السنن الصغير للبيهقى، ج ۲، ص ۲۳۴، باب فى التداوى والاكتواء والاسترقاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے کہ دَم، تولہ، اور تمائم شرک ہیں، اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دَم اور تعویذ وغیرہ شرک ہیں جو عربی میں نہ ہوں اور ان کے معانی غیر معلوم ہوں۔

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وفى حديث عبد الله رضى الله عنه "التمائم الرُّقى من الشرك" التمائم جمع تميمة وهى خرزات كانت العرب تُعلقها على أولادهم

يتقون بها العين فی زعمهم، فأبطلها الاسلام۔ (النهاية لابن الاثير الجزری، ج۱، ص ۱۹۳، دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تمائم ورقیہ کو شرک کہا گیا ہے۔ تمائم ان کوڑیوں کو کہتے ہیں جن کو عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس سے نظر نہیں لگتی۔ اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔

سوال (۴): اس حدیث کا کیا معنیٰ ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **تمائم** کو ناپسند فرمایا؟

جواب: اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند فرمایا کرتے: خلق کی زردی، سفید بالوں کو بدلنے، ازار گھسیٹنے، سونے کی انگوٹھی پہننے، غیروں کو دکھانے کے لیے عورتوں کا سنگار کرنا، گوٹوں سے کھیلنا، معوذات کے سوا اور چیزوں سے دَم کرنا، گنڈے باندھنا، دوسری جگہ پانی ڈالنا یا غلط جگہ پانی (منی) ڈالنا اور بچے کی صحت بگاڑ دینا لیکن یہ حرام نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الخاتم)

اوّلاً یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں تمائم کی ممانعت ہے نہ کہ تعویذ کی۔

سوال (۵): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیعت نہ قبول فرمائی جس کے گلے میں **تمیمہ** تھا؟

جواب: اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند (۱۶۹۶۹) میں نقل فرمایا ہے:

حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث حدثنا عبد العزيز بن مسلم حدثنا يزيد بن أبي منصور عن دخين الحجری عن عقبة بن عامر الجهنی أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل اليه رهط فبايع تسعة وأمسك عن واحد فقالوا يا رسول الله بايعت تسعة وتركت هذا قال ان عليه تميمة فأدخل يده فقطعها فبايعه وقال

من علق تميمة فقد أشرك۔ (مسند الامام أحمد)

ترجمہ: عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ ایک گروہ (دس لوگوں کا) حضور ﷺ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے ان میں سے نو لوگوں کی بیعت قبول کی۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہم سب کی بیعت قبول فرمائی لیکن اس ایک کی نہ فرمائی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص **تمیمہ** پہنے ہوئے ہے۔ اس شخص نے اپنے کُرتے میں ہاتھ ڈال کر اسے توڑ دیا اور حضور ﷺ نے اس کی بیعت قبول فرمائی۔ تب حضور نے فرمایا: جس نے **تمیمہ** پہنا اس نے شرک کیا۔

اس بات کے سبھی قائل ہیں کہ تمیمہ ناجائز ہے کیوں کہ سیپی اور پتھر کو تمیمہ کہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی دعاؤں کو لکھ کر لٹکانا تعویذ کہلاتا ہے۔ جو کہ صحابہ کے عمل اور علما کے فتاویٰ سے ثابت ہے۔

سوال (۶): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص کے مقصد کو پورا نہ فرمائے جس نے **تمیمہ** لٹکایا؟

جواب: اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند (۱۶۹۵۱) میں نقل فرمایا ہے۔

حدثنا أبو عبد الرحمن أخبرنا حيوة أخبرنا خالد بن عبيد قال سمعت مشرح بن هاعان يقول سمعت عقبة بن عامر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تعلق فلا أتم الله له ومن تعلق ودعة فلا ودع الله له۔ (مسند الامام أحمد)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے **تمیمہ** (تعویذ) کو لٹکایا، اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے اور جس شخص نے کوڑی (سیپ) کو لٹکایا اللہ اس کی حفاظت نہ کرے۔

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والحديث الآخر "من علّق تميمةً فلا أتم الله له" كأنهم كانوا يعتقدون أنها تمام الدّواء والشفاء، وانما جعلها شركاً لأنهم أرادوا بها دفع المقادير الكتوبة عليهم، فطلبوا دفع الاذى من غير الله الذى هو دافعه۔ (النهاية لابن الأثير الجزرى، ج ۱، ص ۱۹۳، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: حدیث میں تمائم کو شرک کہا گیا ہے کیوں کہ زمانۂ جاہلیت میں وہ تمائم کے متعلق مکمل دوا اور شفا کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ تمائم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کو ٹال دیتے ہیں اور وہ اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنا چاہتے تھے۔

سوال (۷) عبداللہ ابن عکیم کی حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب: امام ترمذی نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن مدويه حدثنا عبيد الله بن موسٰى عن محمد بن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى عن عيسٰى أخيه قال دخلت على عبد الله بن عكيم أبي معبد الجهني أعوده وبه حمرة فقلنا ألا تعلق شيئا قال الموت أقرب من ذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم من تعلق شيئا وكل اليه۔ (سنن الترمذى، كتاب الطب، باب ما جاء فى كراهية التعليق)

ترجمہ: عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عکیم ابومعبد الجہنی کی عیادت کرنے کے لیے گیا، ان پر ورم تھا۔ ہم نے کہا آپ کوئی چیز کیوں نہیں لٹکاتے؟ (ایک روایت میں ہے آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکاتے؟) انہوں نے کہا موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن عکیم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت نہیں۔ اس لیے اس روایت کو حجت کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ تعویذ لٹکانے کی صحیح حدیث موجود ہے۔

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:

والکراھیۃ فیمن تعلقھا وھو یری تمام العافیۃ وزوال العلۃ منھا علی ما کان أھل الجاھلیۃ یصنعون فاما من تعلقھا متبرکا بذکر اللہ تعالی فیھا وھو یعلم أن لا کاشف الا اللہ ولا دافع عنہ سواہ فلا بأس بھا ان شاء اللہ۔ (سنن الکبریٰ للبیھقی، ج۹، ص ۳۵۰، مکتبۃ دار الباز، مکۃ المکرمۃ، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ: تمائم کو شرک فرمایا۔ جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وانما أطلق الشرك علیھما؛ اما لأن المتعارف منھا فی عھدہ ما کان معھوداً فی الجاھلیۃ، وکان مشتملا علی ما یتضمن الشرك؛ أو لأن اتخاذھا یدل علی اعتقاد تاثیرھا وھو یفضی الی الشرك۔ أقول: و یحتمل أن یراد بالشرك اعتقاد أن ذلك سبب قوی ولہ تاثیر، وکان ینا فی التوکل۔ (الطیبی، شرح المشکاۃ، ج۸، ص ۵۴۴، مکتبۃ مصطفی نزار الباز، المکۃ المکرمۃ)

ترجمہ: تعویذ اور کوڑی لٹکانے پر آپ نے شرک کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کے لٹکانے کا جو طریقہ معروف اور مروج تھا وہ شرک سے جڑا تھا کیونکہ ان کے متعلق ان کا اعتقاد شرک کی طرف لے جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ شرک سے مراد یہ اعتقاد ہو کہ یہ تعویذات قوی سبب ہیں اور ان کی اصل تاثیر ہے، پس یہ توکل

کے منافی ہے۔

سوال (۸): اس حدیث کا کیا معنی ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ ''جس شخص نے تمیمہ لٹکایا وہ اس کی حفاظت میں گیا؟''

جواب: حدیث نمبر ۷ میں اس کی گفتگو کی جا چکی ہے۔ یہ ایک مرفوع روایت ہے۔ جس کو محدثین نے ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اذا لاستشفاء بالقرآن معلقا وغیر معلق لا یکون شرکا، وقوله علیه السلام: "من علّق شیئا وکل الیه" فمن علّق القرآن ینبغی أن یتولاه الله ولا یکله الی غیره۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۲)

ترجمہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گلے میں کسی چیز کو لٹکایا، وہ اس کے سپرد کیا جائے گا۔ تو جس نے قرآن مجید کو اپنے گلے میں لٹکایا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے اور اس کو کسی اور کے سپرد نہیں کرے گا کیونکہ قرآن سے شفا حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

تمائم کے متعلق علما کی رائے

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا التعوذ بالقرآن والتبرك والاستشفاء به لأنه کلام الله سبحانه والاستعاذة به ترجع الی الاستعاذة بالله سبحانه، ویقال بل التمیمة قلادة تعلق فیها وقد قیل ان المکروه من العوذ هو ما کان بغیر لسان العرب فلا یفهم معناه ولعله قد یکون فیه سحر أو نحوه من المحظور۔ (معالم السنن لأبی سلیمان أحمد بن محمد الخطابی، ج ۵، ص ۳۵۴، دار المعرفة بیروت)

ترجمہ: جس حدیث میں **تمیمہ** (کوڑیاں یا تعویذ) لٹکانے کی ممانعت ہے، قرآن مجید سے تبرک حاصل کرنے یا شفا طلب کرنے کے لیے جو تعویذ لٹکائے جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں، کیوں کہ وہ اللہ سبحانہ کا کلام ہے اور اس سے استعاذہ کرنا (پناہ طلب کرنا) اللہ سے استعاذہ کرنے کے قائم مقام ہے اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ تعویذ مکروہ ہیں جو غیر عربی میں ہوں اور ان کا معنیٰ معلوم نہ ہو، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ جادو ہو یا اس میں اور کوئی ممنوع چیز ہو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

المراد من التميمة ما كان من تمائم الجاهليه ورقاها فان القسم الذى يختص بأسماء الله تعالى وكلمته غير داخل فى جملته بل هو مستحب مرجو البركة عرف ذلك من أصل السنة۔ (مرقاۃ المفاتیح لملّا علی القاری، ج۸، ص ۲۵۶، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م)

ترجمہ: اس حدیث میں جو **تمیمہ** سے ممانعت کی گئی ہے اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کا تمیمہ ہے، کیوں کہ **تمیمہ** (تعویذ) کی جو قسم اللہ تعالیٰ کے اسما اور اس کے کلمات کے ساتھ مختص ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ تعویذ مستحب ہے اور اس میں برکت کی امید ہے اور اس کی اصل سنت سے معروف ہے۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والحديث الآخر من علق تميمة فلا أتم الله له لأنهم يعتقدون أنها تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شركاء لأنهم أرادوا بها دفع المقادير المكتوبة عليهم وطلبوا دفع الأذى من غير الله تعالى الذى هو دافعه الجواز عمل الناس اليوم وبه وردت الآثار ولا بأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة۔

(رد المحتار لابن عابدين، ج۹، ص ۵۲۳، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

ترجمہ: جس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے تمیمہ کو لٹکایا اللہ اس کے مقصود کو پورا نہ کرے، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی مکمل دوا اور شفا ہے، بلکہ انہوں نے اس کو اللہ کا شریک بنا دیا، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر اس سے ٹل جاتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مصائب کے دور کرنے کو طلب کرتے تھے۔ حالانکہ اللہ کے سوا ان کا کوئی رفع کرنے والا نہیں ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا عمل اس کے جواز پر ہے۔ اگر جنبی یا حائضہ کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہو اور وہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وعقد التمائم جمع تميمة والمراد بها التعاويذ التي تحتوي على رقى الجاهلية من أسماء الشياطين وألفاظ لا يعرف معناها وقيل التمائم خرزات كانت العرب فى الجاهلية تعلقها على أولادهم يتقون بها العين فى زعمهم فأبطله الاسلام لأنه لا ينفع ولا يدفع الا الله۔ (مرقاة المفاتيح لملا علی القاری، ج ۸، ص ۲۵۵، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م)

ترجمہ: حدیث میں جس تمیمہ کو شرک فرمایا ہے یہ وہ تعویذ ہے جس کو بچے کے گلے میں ڈالا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اسما، قرآنی آیات اور ماثورہ (منقولہ) دعائیں نہ ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ سیپیاں یا کوڑیاں ہیں جن کو عرب بچوں کے گلوں میں اس لیے ڈالتے تھے کہ ان کو نظر نہ لگے۔ یہ باطل ہے، اس کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ سبب قوی ہیں یا ان کی (خود بہ خود) تاثیر ہے، یا ان میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو شرکِ خفی یا شرکِ جلی پر مبنی ہوتے تھے۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية فلا بأس بل يستحب سواء كان تعويذا

أو رقية أو نشرة وأما على لغة العبرانية ونحوها فيمتنع لاحتمال الشرك۔ (مرقاۃ المفاتیح لملاعلی القاری، ج۸، ص ۲۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م)

ترجمہ: جو تعویذات آیاتِ قرآنیہ، اللہ تعالیٰ کے اسماوصفات اور منقولہ دعاؤں پر مشتمل ہوں ان میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ تعویذ ہوں، دَم ہوں یا نشرہ، البتہ غیر عربی میں جائز نہیں کیوں کہ ان میں شرک کا احتمال ہے۔

ابجد

زمانۂ قدیم میں رومی اور یونانی (Greek and Roman) قومیں لکھنے کے مکمل علم کو توسیع نہ دے پائیں۔ وہ حروف کا استعمال گنتی کے لیے کیا کرتے تھے۔ عبرانی زبان نے اس فن کو اپنایا اور وہ حروف کی نمائندگی گنتی سے کرنے لگے۔ مثلاً:

گریک (Greek) : الفا (Alpha) = ۱

عبرانی (Hebrew) : الف (Aleph) = ۱

عربی (Arabic) : الف (Aleph) = ۱

''ابجد'' اس قانون پر بنے ہوئے اس طریقے کو کہتے ہیں جو ابتدائی چار حروف سے بنا ہے ''ابجد'' (الف، ب، ج، د)۔ سامی زبان میں (Aramic) ''سامی'' حروف ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں ایسا کوئی حروف نہیں پایا جاتا۔ عربی زبان میں ''س، ش'' کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عربوں نے عربی زبان کے حروف کا استعمال کرتے ہوئے اس قاعدے کو وسعت دی اور چھ حروف کا استعمال کرتے ہوئے ایک نیا قانون وضع کیا۔ عربی زبان کے وہ چھ حروف یہ ہیں: (ث، خ، ذ، ض، ظ، غ)

اس نئے قانون کے مطابق ''ابجد'' کی ترتیب اس طریقے پر ہے:

ا	ب	ج	د	ه	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰

س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰

ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

''ابجد'' کی دلیل حدیث کی روشنی میں

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ابو یاسر بن اخطب یہودی اپنے چند ساتھیوں کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیت ا: الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ اُسے سن کر اپنے بھائی حیی بن اخطب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ پوچھتا ہے، تو نے خود سنا؟ اس نے کہا ہاں میں نے خود سنا ہے۔ حیی ان سب یہودیوں کو لے کر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، حضور! کیا یہ سچ ہے کہ آپ اِس آیت کو پڑھ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں سچ ہے۔ اُس نے کہا سنیئے! آپ سے پہلے جتنے نبی آئے کسی کو بھی نہیں بتلایا گیا تھا کہ اُس کا ملک اور مذہب کب تک رہے گا لیکن آپ کو بتلا دیا گیا۔ پھر کھڑا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا۔ سنو! الف کا عدد ہوا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس جملہ اکہتر ہوئے، کیا تم اس نبی کی اطاعت کرنا چاہتے ہو جس کے ملک اور اُمت کی مدت کُل اکہتر سال ہو؟ پھر حضور کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا کوئی اور آیت بھی ایسی ہے؟ آپ

نے فرمایا ہاں الٓمٓصٓ۔ کہنے لگا یہ بڑی بھاری اور بہت لمبی ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، صاد کے نوے۔ یہ سب ایک سو اکسٹھ سال ہوئے۔ کہا اور کوئی بھی ایسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں الٓرٰ۔ کہنے لگا یہ بھی بہت بھاری اور لمبی ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس اور رے کے دوسو کُل دوسو اکتیس برس ہوئے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور ایسی آیت بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں الٓمّٓرٰ۔ کہا یہ تو بہت ہی بھاری ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس۔ میم کے چالیس، رے کے دوسو سب مل کر دوسو اکہتر ہو گئے۔ اب تو کام مشکل ہو پڑا اور بات خلط ملط ہو گئی۔ لوگو! چلو اُٹھ چلو۔ ابو یاسر نے اپنے بھائی سے اور دوسرے علمائے یہود سے کہا، کیا تعجب کہ ان سب حروف کا مجموعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملا ہو۔ اکہتر ایک + ایک سو اکتیس ایک + دوسو اکتیس ایک + دوسو اکہتر ایک۔ یہ سب مل کر سات سو چار برس ہوئے۔ انہوں نے کہا اب کام خلط ملط ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۰۷، مکتبۃ قرطبۃ، القاھرۃ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء)

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ اور امام سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا اور ضعیف کہا ہے۔

امام ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا کیوں کہ اس کی سند میں کلیبی نام کا ایک شخص ہے جو ضعیف ہے۔ اس ضعف کے باوجود امام بخاری یا امام ابن کثیر نے علمِ "ابجد" سے انکار نہیں کیا۔ واضح رہے کہ علمِ "ابجد" کی بنا پر اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا گیا ہے۔ بہت سے علما اور مشائخ نے علمِ "ابجد" کا استعمال کیا ہے۔

شیخ ابن قیم اور علم ابجد

شیخ ابن قیم جوزیہ نقل فرماتے ہیں:

أحدها: أنه قد سمي بمحمد قبل الانجيل، كذلك اسمه في التوراة وهذا يقر به كل عالم من مؤمني أهل الكتاب. ونحن نذكر النص الذي عندهم في التوارة وما هو الصحيح في تفسيره. قال في

التوراة فی اسماعیل قولاً هذه حکایته: وعن اسماعیل سمعتك ها أنا بارکته وأیمنته مما دباد. وذکر هذا بعد أن ذکر اسماعیل، وأنه سیلد اثنی عشر عظیماً، منهم عظیم یکون اسمه مما دباد وهذا عند العلماء المؤمنین من أهل الکتاب صریح فی اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد۔

ترجمہ: انجیل سے پہلے آپ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا گیا اور اسی طرح تورات میں بھی آپ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اہلِ کتاب کے مومنین میں سے ہر عالم کو اس بات کا اعتراف ہے۔ یہاں ہم وہ قول ذکر کرتے ہیں جو اُن کے ہاں تورات میں ہے اور جو اس کی تفسیر میں صحیح ہے۔ تورات میں حضرت اسمٰعیل کے بارے میں یوں منقول ہے: مَیں نے تیری سنی اور میں نے اس کو برکت ''مماد باذ'' سے دی۔

یہ بات حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذکر کے بعد بیان کی گئی اور یہ کہ عن قریب بارہ عظیم شخصیات پیدا ہوں گی، ان میں ایک عظیم شخصیت ہوگی جس کا نام ''مماد باذ'' ہوگا اور یہ اہلِ کتاب کے مومن علما کی طرف سے اس بات کی وضاحت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

شیخ ابن قیم جوزیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

ورأیت فی بعض شروح التوارة ما حکایته بعد هذا المتن، قال الشارح: هذان الحرفان فی موضعین یتضمنان اسم السید الرسول محمد صلی الله علیه وسلم، لأنك اذا اعتبرت حروف اسم محمد وجدتها فی الحرفین المذکورین لأن میمی محمد وهی الحاء ودالة بازاء بقیة الحرفین وهی الباء، والألفان والدال الثانیة۔

ترجمہ: تورات کی بعض شرحوں میں، میں نے اس متن کے بعد دیکھا۔ شارح نے کہا: یہ دو حروف (مماد باد) دو جگہوں میں سید رسول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو شامل ہیں کیوں کہ جب تم اسمِ محمد کے حروف کا اعتبار کرو تو ان کو دونوں مذکورہ حرفوں میں

پاؤ گے کیوں کہ اسمِ محمد کی دو میم اور اس کی دال ان دوحرفوں کی دو میموں اور ایک دال کے مقابلے میں ہے اور اسمِ محمد کا باقی حرف یعنی حا ان دوحرفوں کے باقی حروف کے مقابلے میں ہے اور وہ با، دو الف اور دوسری دال ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

شیخ ابن قیم جوزیہ تحریر فرماتے ہیں:

قلت: يريد بالحرفين الكلمتين، قال: لأن للحاء من الحساب ثمانية من العدد، والباء لها اثنان، وكل ألف لها واحد، والدال بأربعة، فيصير المجموع ثمانية، وهي قسط الحاء من العدد الجملي، فيكون الحرفان معني الكلمتين وهما مما باد وقد تضمنا بالتصريح ثلاثة أرباع اسم محمد صلى الله عليه وسلم وربعه الآخر قد دل عليه بقية الحرفين بالكتابة بالطريق التي أشرت اليها۔

ترجمہ: مَیں کہتا ہوں کہ دوحرفوں سے دو کلمے مراد ہیں۔ شارح نے کہا: حساب کے اعتبار سے حا کے آٹھ عدد ہیں اور با کے دو عدد ہیں اور ہر الف کے لیے ایک ایک عدد ہے اور دال کے لیے چار عدد ہیں۔ پس مجموعہ آٹھ عدد ہوا اور یہ جملہ عددوں سے حا کا حصہ ہے، پس دوحرفوں سے دو کلمے مراد ہیں اور وہ ''مماد باذ'' ہیں اور یہ دونوں صراحتاً اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین چوتھائی پر مشتمل ہیں اور ایک چوتھائی پر ان دوحرفوں کا باقی حصہ دلالت کرتا ہے۔ جب اس طریقے پر لکھا جائے جس طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

نیز شیخ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

قال الشارح: فان قيل: فما مستند كم في هذا التاويل؟

قلنا: مستندنا فيه مستند علماء اليهود في تأويل أمثاله من الحروف المشكلة التي جاءت في التوراة۔ (ابن قيم الجوزية، جلاء الأفهام في الصلاة والسلام على خير الأنام، ص ۱۴۴۔۱۴۵، مكتبة دار البيان، دمشق ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲م)

سوال: شارح نے کہا: اگر کہا جائے کہ اس تاویل کے سلسلے میں تمہاری دلیل کیا ہے؟
جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہمارا استدلال وہی ہے جو یہودیوں کے علما نے اس قسم کی مثالوں کی تاویل میں ان مشکل حروف کے سلسلے میں اختیار کیا جو تورات میں آئے ہیں۔

شیخ ابن قیم جوزیہ کی اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم ابجد نہ صرف یہودی بلکہ مسلمانوں کے نزدیک بھی عمل میں لایا جاتا تھا۔ چوں کہ اس علم میں کوئی شرک یا کفر موجود نہیں ہے، اس لیے اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں فرمایا: اس رقیہ (دَم) میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔ ہم اس حدیث کو گذشتہ صفحات پر بیان کر چکے ہیں۔

امام ابن جزری (متوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء) اور علمِ ابجد

امام ابن جزری اصول قرأت پر اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

مَنْ يُحْسِنِ التَّجْوِيْدَ يَظْفَرْ بِالرَّشَدْ أَبْيَاتُهَا قَافٌ وَزَایٌ فِي الْعَدَدْ۔

(ابن الجزری، منظومۃ المقدمۃ، ص ۱۱، دار نور المکتبات، السعودیۃ، ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: اور اس میں "قاف" اور "زا" سطر ہیں اور جو علمِ تجوید میں مہارت حاصل کرتا ہے، وہ بے شک ہدایت حاصل کرتا ہے۔

قاف کے عدد (۱۰۰) اور زا کے (۷) ہوتے ہیں اور اس کتاب میں ایک سو سات (۱۰۷) سطریں موجود ہیں۔

نوٹ: سعودیہ کا مطبوعہ نسخہ ترکی کے مخطوطے پر مشتمل ہے۔ اور دمشق کے مخطوطے میں بھی یہی عبارت پائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے بعض مخطوطوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ (چشتی)

علامہ جمزوری (متوفی ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۴ء) اور عالم "ابجد"

علامہ جمزوری اصولِ تجوید پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

أَبْيَاتُهُ نَدٌّ بَدَا لِذِی النُّهٰی تَارِیْخُهَا بُشْرٰی لِمَنْ یُتْقِنُهَا۔ (علامہ سلیمان بن محمد الجمزوری، تحفة الأطفال، ص ۳ ، مکتبة أضواء السلف، الریاض، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

ترجمہ: ذہین شخص کے لیے اس کے سطر ''ندبدا'' (علمِ ابجد کے مطابق اس کے اعداد ٦٧) ہیں اور ''بشری لمن'' (علمِ ابجد کے مطابق اس کے اعداد ۱۱۹۸) اس کی تاریخ ہے۔

اس نظم میں ٦٧ سطر موجود ہیں اور یہ ۱۱۹۸ھ میں تالیف کی گئی تھی۔

مختلف علما نے اس علم کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ بعض علما نے اپنی کتابوں کا نام علمِ ابجد کے مطابق رکھا۔ مثلاً امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنی بہت سی کتب کا نام علمِ ابجد کے مطابق رکھا کرتے تھے۔ مثلاً

(۱) الدقة والتباین العلم الرقة والسیان۔

اس نام کا عدد علمِ ابجد کے مطابق ۱۳۳۴ ہوا اور یہ کتاب ۱۳۳۴ھ میں تصنیف کی گئی۔

(۲) أجلی الاعلام أن الفتوی مطلقا علی قول الامام۔

اس نام کا عدد علمِ ابجد کے مطابق ۱۳۳۴ ہوا اور یہ سن ۱۳۳۴ھ میں تصنیف کی گئی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، رضا اکیڈمی، انڈیا)

مولانا ابوالخیر نقشبندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء) ایک مشہور عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ ان کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا اختر شاہ خان تحریر فرماتے ہیں:

شاہ بوالخیر کی بودہ فرّخ سالِ میلاد چراغ نبوی

''چراغِ نبویؔ'' کے اعداد ۱۲۷۲ ہوتے ہیں جو کہ ان کی پیدائش کا سال ہے۔

اور مولانا ابوالخیر نقشبندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، تب مولانا رشید احمد مجددی نے یہ اشعار کہے ؎

فکر ہی تاریخ رحلت کی تو کہہ دی اے رشید
شبل دوراں امام اہلِ عرفاں قطبِ حق

"شبل دوراں امام اہل عرفاں قطب حق" کے اعداد ۱۴۱۳ رہوتے ہیں اوران کا انتقال ۱۴۱۳ھ میں ہوا۔ (شاہ ابوالحسن زید فاروقی، مقاماتِ خیر، ص ۵۸۸۔۵۹۱، شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء)

۷۸۶ کے عدد

علمِ ابجد کے مطابق بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ۷۸۶، بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت یا تحریر کے برابر نہیں ہے۔ موجودہ دور میں شادی کارڈ، پوسٹر، اخبار میں اسلامی اشتہارات اور دیگر تحریری شکلوں میں لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم چھپواتے یا لکھتے ہیں۔ یہ اخبار اور شادی کارڈ اکثر غیر مسلم کے ہاتھوں سے گزرتا ہے اور استعمال کے بعد بعض لوگ ان عبارتوں کی تعظیم نہیں کرتے۔ اس بات کا ہمیشہ خوف رہتا ہے کہ قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ کی کہیں توہین نہ ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں علمِ ابجد کا استعمال کرتے ہوئے ۷۸۶ کا عدد لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقوں میں قرآن شریف لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا۔ (موطا امام مالک، کتاب الجہاد)

اس حدیث کے تحت امام مالک نے فرمایا کہ یہ اس لیے کہ دشمنوں کے ہاتھ میں قرآن شریف نہ آجائے۔ اسی طرح آج کے دور میں بے حرمتی سے بچاؤ کیلئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ اخباروں، شادی کارڈ وغیرہ میں ۷۸۶ کا عدد لکھنا بہتر ہے۔

بعض لوگ جو علمِ ابجد سے ناواقف ہیں، اعتراض کرتے ہیں کہ "ہرے کرشنا" کے اعداد بھی ۷۸۶ ہوتے ہیں، اس لیے ۷۸۶ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ دراصل یہ اعتراض بے وجہ اور بے بنیاد ہے۔

پہلا ''ہرے کرشنا'' سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کے مطابق غلط تلفظ ہے۔ اس کا صحیح تلفظ ''ہرے کرشن'' ہے۔ سنسکرت زبان میں وہ لفظ جس کے آخر میں الف آتا ہو وہ مونث ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: گیتا، سیتا، گنگا، رادھا، کملا۔ ''کرشن'' ہندو مذہب کے مطابق ایک نر دیوتا ہے اور ''کرشنا'' لکھنے سے وہ مادہ نام ہو جاتا ہے۔ ان کے مذہب میں صحیح تلفظ ''ہرے کرشن'' ہے نہ کہ ''ہرے کرشنا''۔

دوسرا: ''ہرے کرشنا'' کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں لیکن مسلمان اس عدد کا استعمال اس نیت سے نہیں کرتے۔ اگر مسلمانوں کو گناہ گار اور مشرک ہی ثابت کرنا مقصد ہو تب قرآن شریف کی ان آیتوں کو بھی لیا جا سکتا ہے جس کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ دنیا میں بہت سی عبارتیں لی جا سکتی ہیں جن کے اعداد ۷۸۶ ہوتے ہیں، تو کیا ان سب کے معنیٰ ''ہرے کرشنا'' لیے جائیں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔
جب ''ہرے کرشن'' صحیح تلفظ ہے نہ کہ ''ہرے کرشنا'' تو یہ اعتراض بے بنیاد ہو جاتا ہے۔
واضح رہے کہ وہ لوگ جو علمِ ابجد کے مخالف ہیں اور مسلمانوں کو مشرک کہنے میں گریز نہیں کرتے، ان فرقوں کی پیدائش محض ۲۵۰ سال پرانی ہے، جو اسلامی علوم و فنون اور تاریخ کے مطالعے سے ناواقف ہیں۔

اوفاق

اوفاق سے مراد مربع (۴×۴) یا مثلث (۳×۳) خانے ہیں، جن کا استعمال علمِ ابجد کے مطابق حروف بھرنے میں یا اعداد بھرنے میں کیا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فرمایا:

بأن علم الأوفاق يرجع الى مناسبات الأعداد وجعلها على شكل مخصوص، وهذا كأن يكون بشكل من تسع بيوت مبلغ العدد من كل جهة خمسة عشر، وهو ينفع للحوائج واخراج المسجون ووضع

الجنين وكل ما هو من هذا المعنى وضابطه بطلز حتى واحز....

مزید فرماتے ہیں: ....ان استعمل لمباح بخلاف ما اذا استعين به على حرام، وعليه يحمل جعل القرا فى الأوفاق من السحر۔ (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمى، ص ۲، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: اوقاف کے علم اور استعمال میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ جائز کاموں کے لیے کیا جائے لیکن جب ناجائز امر مثلاً جادو کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ ناجائز ہے۔

خاتمہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورۃ الانبیاء:۷)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم علم اور کم عقل لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ اہلِ علم سے قرآن کی تعلیم اور فقہی احکامات حاصل کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن يوسف حدثنا سفيان عن الزبير عن عدى قال أتينا أنس بن مالك فشكونا اليه ما نلقى من الحجاج فقال اصبروا فانه لا ياتى عليكم زمان الا الذى بعده شر منه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم۔ (صحيح البخارى، كتاب الفتن، باب الأياتى زمان الا الذى بعده شر منه)

ترجمہ: زبیر بن عدی نے کہا ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حجاج کی ایذا رسانی کی اُن سے شکایت کی جو ہم اس سے پاتے تھے۔ انس نے کہا صبر کرو! تم پر کوئی زمانہ نہیں آئے گا مگر جو اس کے بعد ہوگا اس سے بُرا ہوگا یہاں تک کہ تم رب سے

جالوگے۔ میں نے یہ تمہارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بتائی کہ ہر آنے والا دن پچھلے دن سے بدتر ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔

اس حدیث کو سمجھاتے ہوئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وما ذاك بكثرة الأمطار وقلتها ولكن بذهاب العلماء ثم يحدث قوم يفتون فى الأمور برأيهم فيثلمون الاسلام ويهدمونه۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر، ج ۱۳، ص ۲۱، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: یہ بارش کی کمی یا زیادتی سے نہ ہوگا بلکہ علما اور علم کی کمی سے ہوگا اور ''ایسے لوگ'' ہوں گے جو اپنی مرضی کے مطابق فتویٰ دیا کریں گے اور اسلام کو نقصان پہنچائیں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''لوگ'' آئیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ''لوگ'' علما نہ ہوں گے بلکہ اپنے نفس اور جہالت کی پیروی کرتے ہوئے شریعت میں من مانی کریں گے۔ دورِ حاضر میں بہت سے لوگ شریعت میں دخل اندازی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مجتہد مطلق سمجھتے ہیں۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن حاتم المروزی، ثنا حبان بن موسى، وسويد بن نصر، قالا: ثنا عبد الله بن المبارك، ثنا عبد الله بن عقبة، حدثنى بكر بن سوادة، عن أبى أمية الخمى: أن النبى صلى الله عليه وسلم۔ قال: "ان من أشراط الساعة ثلاثة: احداهن أن يلتمس العلم عند الأصاغر" (الطبرانی: المعجم الکبیر، ج ۲۲، ص ۳۶۱، مکتبة ابن تیمیة، القاهرة)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہوگی کہ کم علم لوگوں سے علم پوچھا جائے گا۔

آج کے دور میں اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو ہم اس بات کا احساس کریں گے کہ دشمنانِ اسلام جہلا اور عوام الناس کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ہر وہ شخص جو شریعت کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے، میڈیا اسے ذہین اور دانشور قرار دیتی ہے۔

وہ انسان جس نے کبھی سائنس یا حساب کا مطالعہ نہ کیا ہو، وہ سائنس کے پیچیدہ مسائل کو کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ کیا ایسے شخص کی رائے قبول کی جاسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

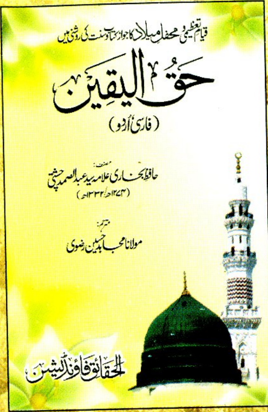
دورِ حاضر میں جب بھی اسلامی شریعت کے متعلق مسائل درپیش آتے ہیں تو میڈیا غیر عالموں کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے مسلم کھلاڑی، فلمی ہیرو، ناول نگار، سیاست داں جیسے غیر عالم اور غیر مذہبی افراد کے نظریات اور خیالات کو اسلامی نقطۂ نظر بنا کر پیش کرتا ہے۔ یہ سب مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے اُمت کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔

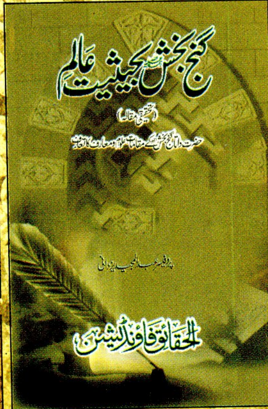
تعویذ اور دَم کے جواز پر علما کا اجماع ہے۔ اس کتاب میں تعویذ اور دَم کے جواز پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کافی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ جو لوگ تعویذ اور دَم کو شرک اور ناجائز کہتے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں اور اپنی اصلاح کریں۔ عوام الناس کو چاہیے کہ وہ علما سے رابطے میں رہیں اور ان ہی سے اپنا دین حاصل کریں۔

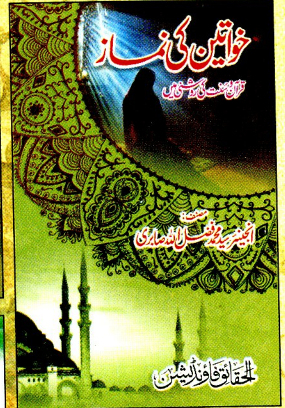
ربّ کریم سے یہی دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو دین سمجھنے اور دین کے اُصول پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

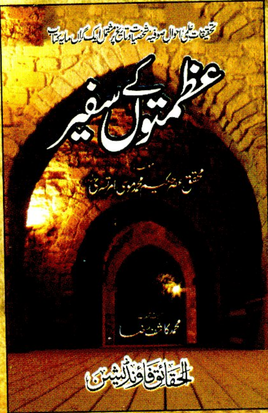
☆☆☆

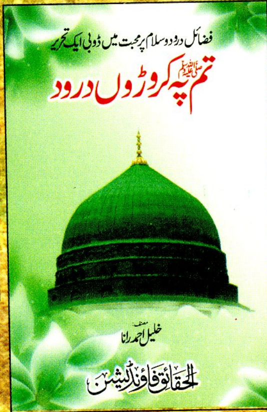


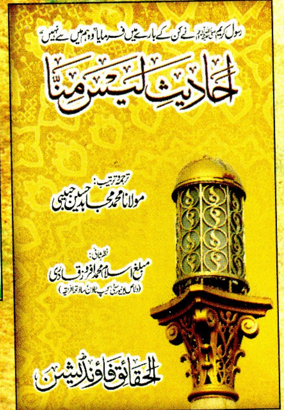












الحقائق فاؤنڈیشن